خط کی کہانی
تصویروں کی زبانی

مختصر تاریخ خطوط قدیمہ

حصہ اول

تالیف

سید احمد رامپوری - فنان و خطاط

ناشر

رامپور رضا لائبریری

حامد منزل رامپور

خط کی کہانی
تصویروں کی زبانی
مختصر تاریخ خطوط قدیمہ
حصہ اول
تالیف
سید احمد رامپوری - فنان و خطاط
ناشر
رامپور رضا لائبریری
حامد منزل رامپور

رام پور رضا لائبریری کی مطبوعات

کتاب	زبان	مصنف
فہرست مخطوطات عربی (جلد دوم)	اردو	مولوی محمد نبی / حافظ احمد علی شوق
فہرست مخطوطات عربی (جلد سوم)	اردو	" " "
دستور الفصاحت	فارسی	احمد علی یکتا
اوراقِ گل	اردو	ضمیر احمد ہاشمی
وقائع عالم شاہی	فارسی	کنور پریم کشور فراقی
تاریخِ اکبری	فارسی	حاجی محمد عارف قندھاری

Title	Language	Author
Catalogue of the Arabic Manuscripts in Raza Library	English	Imtiaz Ali Arshi

I IV
II V
III VI

کتاب	زبان	مصنف
فہرست مخطوطات اُردو	اردو	امتیاز علی عرشی
کتاب المقطوع والموصول	عربی	الامام ابی بکر محمد بن القاسم
رضا لائبریری جرنل (دوم)	اُردو	ڈاکٹر وقار الحسن صدیقی (مدیر)
رضا لائبریری جرنل (سوم)	اردو	" " (")
الفلسفۃ الہندیۃ القدیمۃ	عربی	الاستاذ عبد السلام خاں
تاریخِ محمدی	فارسی	محمد بن رستم بن کیقباد
فہرست نسخہ ہای خطی فارسی جلد اول	"	
رضا لائبریری کی علمی وراثت	اردو	ڈاکٹر سید حسن عباس (مرتب)
دو رسالہ در نقد ادبی	فارسی	" " (")
فہرست نسخہ ہای خطی	فارسی	
انگ درپن	دیوناگری	سید غلام نبی رسلین بلگرامی
اخبار الصنادید (جلد اول)	اردو	مولوی نجم الغنی
اخبار الصنادید (جلد دوم)	"	"
تذکرۃ الکاتبین	فارسی	غلام محمد ہفت قلمی متخلص بہ راقم دہلوی
خط کی کہانی تصویروں کی زبانی	اردو	سید احمد
فارسی متن تاریخِ شاہیہ نیشاپوری	فارسی	ڈاکٹر شاہ عبد السلام
تاریخ کتاب خانہ	اردو	احمد علی شوق
ادب گاہِ رام پور (منظوم تذکرہ)	اردو	ہوش نعمانی

ISBN 81-87113-30-8

سلسلہ مطبوعات رامپور رضا لائبریری

کتاب کا نام ـــــــ خط کی کہانی تصویروں کی زبانی

تالیف ـــــــ سید احمد رامپوری فنان و خطاط

ناشر ـــــــ ڈاکٹر وقار الحسن صدیقی (افسر بہ کار خاص)

سال اشاعت ـــــــ ۱۹۹۷ء (بار اوّل)

ترتیب و ڈیزائن ـــــــ سید احمد فنان

کمپوزنگ کمپیوٹر ـــــــ سید محمد میاں (ایپکس کمپیوٹر، رامپور)

مطبع ـــــــ اسلامک ونڈرس بیورو، نئی دہلی ۲

قیمت ـــــــ ۸۰۰ روپے

ISBN 81-87113-30-8

خط کی کہانی تصویروں کی زبانی

RAMPUR RAZA LIBRARY PUBLICATIONS

ISBN 81-87113-30-8

TITLE : KHAṬ KI KAHĀNI TASVEERON KI ZUBĀNI

AUTHOR : SYED AHMAD RAMPURI

FOREWORD AND
PUBLISHED BY :
DR. W.H. SIDDIQI
(FORMER DIRECTOR A.S. OF INDIA)
OFFICER ON SPECIAL DUTY
RAMPUR RAZA LIBRARY

YEAR : 1997

PRICE : Rs.800

PRINTED BY : ISLAMIC WONDERS BUREAU
NEW DELHI-110 002
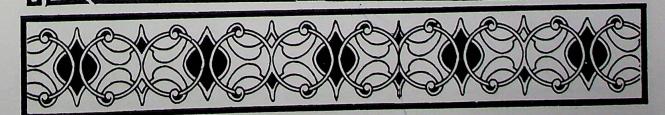
ڈاکٹر وقار الحسن صدّیقی (افسر بکارِ خاص)

سابق ڈائریکٹر آرکیالوجیکل سروے آف انڈیا

رامپور رضا لائبریری

پیشِ لفظ

انسانی تخلیقی صلاحیتوں میں سب سے زیادہ اہم صلاحیت خط کی ایجاد تھی۔ جس کے ذریعہ تہذیب و تمدّن کے معیار میں تاریخ ساز ترقی ہوئی۔ فرد اور سوسائٹی کے ربطِ باہمی اور تبادلۂ خیالات نے انسانی رشتوں اور ان کی ایجادات اور انکشافات نے روحانی اور مادّی ترقّی میں نمایاں رول ادا کیا۔ قدیم تہذیبوں کی نشاندہی کرنے میں کتبات نے بے حد مدد کی۔ دنیا کی قدیم ترین تہذیبوں میں مصر، میسوپوٹامیا (عراق) اور ہندوستان کی وادی سندھ کی تہذیبوں کا شمار ہوتا ہے، جہاں پُرشکوہ عمارتوں اور قدیم شہروں کے باقیات دریافت ہوئے ہیں، جن کی تہذیبی اور تمدنی ترقی کو سمجھنے میں حجری کتبات، مٹی اور تانبے کی مہروں اور مٹی کے ظروف پر کندہ یا منقش تحریروں نے ماہرین قدیم آثار کی رہنمائی کی ہے۔ مصری کتبات تصویروں اور علامتوں سے لکھے گئے ہیں، جسے ایجپٹالوجسٹ (EGYPTOLOGIST) پکٹوگرافی (PICTOGRAPHY) سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہ تحریر اہرام مصر کے پتھروں پر منقش اور کندہ ہیں۔ ممی کے تابوت اور دفن شدہ ظروف اور اشیاء پر کثرت سے ملی ہیں۔ جن سے ہزاروں سال قبل کے تاریخی واقعات، حالات اور شخصیات، خاص طور پر فرعون مصر کی تہذیبی ترقی، عیش و طرب کے لوازمات، جسمانی زیورات اور سجاوٹی اشیاء کی

دریافت ہوئی ہے۔

اسی طرح کی تحریریں میسوپوٹامیا کے تاریخی مقامات نینوا ، بابل اور نمرود وغیرہ جو موجودہ عراق میں واقع ہیں، کثرت سے دریافت ہوئی ہیں۔ ان تہذیبوں کے برصغیر کی وادیٔ سندھ کی تہذیبوں سے تمدنی اور تجارتی تعلقات تھے، جس کا ثبوت موہن جودڑو، ہڑپا، لوتھل، کالی بنگا اور دھولاویرا مقامات سے دریافت مہروں اور یمن، عمان اور بحرین میں پائی گئی تحریری مہروں سے ملتا ہے۔

میسوپوٹامیا، مصری اور عراقی کتبات کو ماہرینِ آثار اور اپی گرافسٹ نے پڑھ لیا ہے، جس سے پانچ چھ ہزار سال قبل کی تاریخ مرتب کی گئی ہے، مگر افسوس اس بات کا ہے کہ وادیٔ سندھ کی مہروں اور ظروف پر پائی جانے والی تحریروں کو یقین کے ساتھ آج تک نہیں پڑھا جاسکا ہے۔ جس سے ہماری تاریخ کے بہت سارے اہم گوشے آج بھی تاریک ہیں۔

مندرجہ بالا پکٹوگرافی اوپر نیچے اور دائیں بائیں سے پڑھی جاسکتی ہیں۔ ۱۹۶۷ء میں کالی بنگا کی کھدائی میں مجھے ایک ایسا ٹھیکرا یا مٹی کے برتن کا ٹکڑا ملا تھا، جسے میں نے غائر مطالعہ کے بعد ثابت کیا کہ وہ تحریر داہنے سے بائیں لکھی گئی تھی۔ اس کے قطعی ثبوت کے لیے سکندر لودی کی بنوائی ہوئی جامع مسجد لودی گارڈن نئی دہلی کے طاق پر ایک مسلسل کتبے کو پیش کیا، جسے پروفیسر بی بی لعل، سابق ڈائرکٹر جنرل آرکیالاجکل سروے آف انڈیا نے تسلیم کیا اور انٹی کیوٹی (ANTIQUITY) کے ایک اہم شمارے میں اس کی اشاعت کرائی۔ اس تحریر کو پورے طور پر پڑھنے کی میری کوشش اب بھی جاری ہے، لیکن جب تک ایک ساتھ دو زبانوں کے کتبے نہ ملیں، جس میں سے ایک تحریر ایسی ہو جسے اتفاقِ رائے سے پڑھا جاسکے، ممکن نہیں۔ ہندوستانی براہمی تحریر بھی

اسوقت تک قطعیت کے ساتھ نہیں پڑھی جا سکی تھی، جب تک کہ دو زبانوں والا کتبہ دریافت نہیں ہوا تھا، یعنی براہمی کے ساتھ یونانی تحریر بھی تھی۔ وادئ سندھ کی تہذیب کے انتہائی اہم عناصر اسلامی تہذیب کے شناختی پہلو سے حیرت انگیز مماثلت رکھتے ہیں۔ مثال کے طور پر مسلمان عالم اور مجتہد داڑھی رکھتے ہیں مگر لبیں تراشتے ہیں، مونچھیں نہیں رکھتے، سر پر پٹی باندھتے ہیں، تعویذ بازو اور گلے پر باندھتے ہیں اور آدھی آستین کی عبا پہنتے ہیں اور اُن پر بیشتر تین پنکھڑیوں والے پھول ریشم سے کڑھے ہوتے ہیں۔ مسلمان اپنے مُردوں کو شمال و جنوب دفن کرتے ہیں اور سر شمال کی جانب ہوتے ہیں۔ یہ ساری رسوم کی جھلکیاں وادی کی تہذیب کے باقیات میں بھی مشترک ہیں۔ مثال کے طور پر موہن جو دڑو کے پجاری (PRIEST) کے مجسمے میں واضح طور پر موجود ہیں۔ چنہو دارو (CHANHUDARO) میں ایسے مجسمے بھی ملے ہیں جو عبادت میں مصروف شخص کی طرح رکوع کے عالم میں ہیں، یہ اور اسطرح کے دیگر مماثل تہذیبی عناصر پر میری تحقیق جاری ہے۔

مجھے بے حد خوشی ہے کہ سیّد احمد نہ صرف ایک ماہر خطاط ہیں جنہیں میں "جواہر رقم" کے لقب سے یاد کرتا ہوں، بلکہ انہوں نے دنیا کے قدیم کتبات اور خط کے نمونوں کے بارے میں بہت ساری کتابیں پڑھیں اور ان کے باہمی ربط کے بارے میں بھی اپنی رائے ظاہر کی۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ میں یا دیگر ایپی گرافسٹ (EPIGRAPHIST) ان کی رائے سے پورے طور پر متفق ہوں لیکن ان جیسے مشرقی تعلیم یافتہ خطّاط کی علمی کوشش قابلِ ستائش ہے۔

سیّد احمد کی زیر اشاعت کتاب "خط کی کہانی تصویروں کی زبانی" اس لحاظ سے بڑی اہمیت کی حامل ہے کہ ان سے قبل اسلامی خطاط اور خوشنویسوں نے جو رسائل اور کتابیں اس موضوع پر لکھی ہیں ان میں قبل از اسلام کے عہد کے کتبات اور خطّاطی کے نمونوں کی طرف توجہ نہیں دی گئی،

کسی کسی نے ایران کے کوہِ بے ستون کے کتبات کا ذکر کیا یا ان کے عکس شائع کیے۔ اس لحاظ سے سیّد احمد خطاط اپنے عہد کے پہلے فنکار ہیں، جنھوں نے اُردو زبان میں ایک تحقیقی اور مثالی کتاب لکھی جس سے آنے والی نسلیں بھی خاطر خواہ استفادہ کرتی رہیں گی۔

میرا مقصد ان کی کتاب پر تنقیدی مضمون لکھنے کا نہیں ہے۔ پھر بھی چند لفظوں میں کوشش کی ہے کہ کتاب کی چند اہم خصوصیات پر روشنی ڈالی جائے۔ ایک اہم بات تو یہ ہے کہ مولف نے دنیا کے کم و بیش سبھی رسم الخط کے بارے میں اپنے مطالعہ کے اعتبار سے اپنی رائے دی ہے اور اس کے حروفِ تہجی کی مثالیں تصویروں اور خط کے ذریعہ پیش کی ہیں، جس سے خط کے ارتقاء کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ ساتھ ہی ساتھ قدیم تہذیبوں کے تحریری باقیات اور کتبات کے نادر نمونے دیکھنے کو ملتے ہیں۔ اس کے علاوہ ان قدیم تہذیبوں کی قوموں اور قبیلوں کے بارے میں بھی اطلاع فراہم ہوتی ہے۔ مؤلف نے یہ بھی بتانے کی کوشش کی ہے کہ کس طرح قومیں ایک خطّہ سے دوسرے خطّہ میں پہنچ کر رسم خط پر اثر انداز ہوئیں اور ایک نئے رسم الخط کی بانی ہوئیں۔ یہ امر بھی قابلِ داد ہے کہ تجارتی شاہراہوں کا رسم الخط کے لین دین میں کیا رول رہا ہے۔ مؤلف نے نقشہ کے ذریعہ اس کی وضاحت کی ہے اور جگہ جگہ تاریخوں اور سنین کے حوالے بھی دیئے ہیں۔ مؤلف نے بڑی تلاش اور فکر کے ساتھ اس کا بھی ذکر کیا ہے کہ قدیم کتبات، کس طرح چٹانوں مٹی اور پتھر کی تختیوں، جانوروں کی ہڈیوں اور کھال پر لکھے ہوئے دریافت ہوئے ہیں۔

اسلامی خطاطی کے قدیم ترین نمونوں کو بڑی تلاش اور کاوشوں سے اکٹھا کیا گیا ہے، اور اسے سلسلہ وار مرتب کر کے اس کے ارتقائی پہلوؤں کو اُجاگر کیا گیا ہے۔ بالخصوص کھال، اور پوستِ آہو پر لکھے ہوئے قرآن کریم، مکتوبات اور فرامین رسالت، جن کی مختصر تاریخ بھی لکھی گئی ہے

اور عکس بھی فراہم کئے گئے ہیں، اس لحاظ سے اس کتاب کی دستاویزی اہمیت میں تاریخی اضافہ کیا گیا ہے جو اس سے قبل خاص طور پر اردو زبان پر جتنی کتابیں یا رسالے برّصغیر میں لکھے گئے ہیں۔ ہاں انگریزی، فرانسیسی اور جرمن زبانوں میں اس نوعیت کی کئی اہم کتابیں شائع ہو چکی ہیں، جن میں سے کچھ ایسی بھی ہیں جن سے مؤلف نے خاطر خواہ استفادہ کیا ہے۔ کتاب میں حواشی یا حوالہ جات بھی عالمانہ طور پر فراہم کیے گئے ہیں، جن سے آئندہ مزید تحقیقی کاموں میں مدد ملیگی۔

اسلامی خطاطی میں خطِ کوفی کو اوّلیت حاصل رہی ہے اور بیشتر زاویاتی انداز میں کشیدہ خطوط پر مبنی ہیں، جن میں زیر زبر یا پیش وغیرہ کی علامتیں نہیں ہیں اور بعد کی صدیوں میں گُلکاری اور تزیین کاری بھی شامل کرلی گئی۔

قرآن کریم کے وہ نسخے جو تاشقند کے میوزیم میں، اور رامپور رضا لائبریری میں محفوظ ہیں جو بالترتیب حضرت عثمان اور حضرت علیؓ کے خط میں بتائے جاتے ہیں، قدیم کوفی کے اوّلین نمونے معلوم ہوتے ہیں۔ ان کے علاوہ جو بیروت، استنبول اور نجف میں محفوظ ہیں، وہ بھی اپنی نوعیت کے اہم تاریخی نسخے ہیں۔ جن کا ذکر مؤلف نے اپنی کتاب میں اجمالی طور پر کیا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ بنو اُمیّہ اور مملوک سلطانوں کے بغدادی، مصری اور کوفی کتبات کی اچھی مثالیں پیش کی گئی ہیں۔

سیّد احمد نے زیادہ تر پارچمنٹ اور کاغذی نسخوں پر توجہ کی ہے اور کتبات کے نمونے بھی پیش کیے ہیں مگر اسلامی عمارتی خطاطی بجائے خود ایک اہم اور دلچسپ مضمون ہے جس پر میں نے ایک کتاب کا مسودہ تیار کیا ہے، جسے شائع کرنے کا ارادہ ہے۔ برصغیر میں سب سے قدیم کوفی کتبہ بھنبھور (سندھ) کی کھدائی میں جامع مسجد کے باقیات میں ملا ہے۔ اس پر عمارت کی تاریخ ۱۰۹ھ یعنی ۷۲۷ء کندہ ہے۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ محمد بن قاسم کی سندھ کی فتح کے بعد

جامع مسجد کی تعمیر عمل میں آئی تھی۔ ڈاکٹر الیف۔ اے خان نے اپنی رپورٹ میں کتبہ کا عکس شائع کیا ہے۔

اسی عہد کے کتبات کی نشاندھی ڈاکٹر عبداللہ چغتائی نے مہاراشٹر میں سوپارہ اور گجرات کے نوساری مقام پر کی ہے۔ موجودہ ہندوستان کے کچھ ضلع گجرات میں بھدریشور کے مقام پر واقع ابراہیم ابن عبداللہ المعروف بہ لعل شہباز کے مقبرہ پر انتہائی اہم کتبہ ڈاکٹر ضیاء الدین عبدالحیٔ دیسائی نے دریافت کیا اور اپی گرافیا انڈیکا کے (EPIGRAPHIA INDICA ARABIC AND PERSIAN SUPPLEMENT 1965) شمارے میں شائع کیا ہے۔ اس کتبہ کی گُل کار کوفی تحریر اس لحاظ سے بھی بہت اہم ہے کہ وہ مقبرہ کی عمارت پر آج بھی محفوظ ہے۔ کتبہ کی تاریخ ۵۵۴ھ یعنی ۱۱۵۹-۶۰ء ہے۔ جبکہ اس وقت کمار پال چالوکیہ خاندان کا راجہ حکمراں تھا۔ یہ کتبہ عربی کوفی میں سب سے قدیم کتبہ ہے جو اپنی جگہ پر آٹھ سو اڑتیس سال سے موجود ہے۔

ہندوستان میں عمارتی خطاطی کی مزین کوفی مثال سلطان التمش کی توسیع کردہ قبۃ الاسلام مسجد مہرولی دہلی، اور اڑھائی دن کی مسجد اجمیر میں محفوظ ہے جس کی مثال دنیائے اسلام کی دوسری کسی عمارت میں نظر نہیں آتی، نہ صرف یہ کہ یہ سجیلی خطاطی ہے بلکہ ان کے حروف کی جسامت اور اقلیدسی تشکیل بے مثال ہے۔ اس طرح کی خطاطی مراقش میں زیادہ مستعمل تھی لہذا مغربی کوفی کہلاتی ہے۔ اس خط میں منوگرام جیسی گرہ بندی بھی انتہائی دلکش ہے۔

اس طرح کی دلکش کوفی ذکی الدین عمر الکازرونی کے لوح مزار پر جو جامع مسجد کھنبات گجرات میں واقع ہے، دیکھی جاسکتی ہے، کازرونی سلطان محمد بن تغلق کے عہد میں گجرات کا گورنر تھا۔ اس کے انتقال کی تاریخ ۹/صفر ۷۳۴ھ یعنی ۲۲/اکتوبر ۱۳۳۳ء سنگِ مرمر کی تختی پر کندہ ہے۔

خطِ کوفی کی سولھویں صدی اور اٹھارھویں صدی خوبصورت مثالیں ہیں۔ ہمایوں کے مقبرہ میں واقع روشن کوکہ کی قبر پر اور حضرت قطب الدین بختیار کاکی درگاہ میں واقع ایک سنگِ مرمر کی قبر پر موجود ہے، جس کے بارے میں کسی نے توجہ نہیں کی ہے۔

خطِ نسخ کے موجد عظیم شخصیت ابنِ مقلہ کے نمونے سید احمد نے مثالی طور پر پیش کیے ہیں۔ ابن مقلہ کے ہاتھ کا قرآن کا قدیم ترین قلمی نسخہ رامپور رضا لائبریری میں موجود ہے، جس کا عکس اس کتاب میں موجود ہے۔ ابن مقلّہ بغداد کے تین خلیفہ کا وزیر رہ چکا تھا اور درباری سازش کا شکار ہو کر اپنے دونوں ہاتھ گنوا بیٹھا، اور آخر قید خانے میں انتقال کیا۔

خواجہ جمال الدّین یاقوت المستعصمی بغداد کے خلیفہ کا ملازم تھا۔ اسے خط نسخ، ثلث اور ریحان میں کمال حاصل تھا۔ اس کی خطاطی کے نمونے دنیا کے عظیم کتب خانوں اور میوزیم میں محفوظ ہیں۔ اس کی تحریریں لاجورد اور دیگر قیمتی جواہرات کے رنگ سے مزیّن ہیں۔ اس کی ایک اچھی مثال قرآن کریم کی شکل میں ہزار دواری میوزیم مرشد آباد میں محفوظ ہے اور لال قلعہ دہلی کے میوزیم میں بھی اس کے ثلث اور ریحان کے دلکش نمونے موجود ہیں۔ عمارتی خطاطی میں گولکنڈہ اور حیدر آباد کی قطب شاہی عمارتوں میں لاجواب ثلث رسم الخط کے بے مثال نمونے ہیں۔ مغلوں کے عہد میں اس خط کا ماہر عبدالحق شیرازی تھا جس نے اکبر اعظم کے مقبرہ اور تاج محل کے کتبات تحریر کیے اور اسے امانت خان کا لقب دیکر آگرہ کے شاہی کتب خانے کا کتاب دار مقرر کیا گیا تھا۔ امانت خان کے خط سے ملتے جلتے خط میں الٰہی بخش مرجان رقم کشمیری کے کتبے رضا لائبریری میں محفوظ ہیں۔

مختلف زمانوں اور مختلف زبانوں میں خط اور فن تحریر کی تاریخیں لکھی جا چکی ہیں، لیکن

اردو میں ایسی خوبصورت اور مصور تاریخیں کم ہی لکھی گئی ہیں، جیسی "خط کی کہانی تصویروں کی زبانی" ہے۔ یہاں خطوط اور فنِ تحریر کے ایجاد کے واقعات نہایت صاف و سادہ انداز میں پیش کر دیئے گئے ہیں۔ البتہ تصویروں کے ذریعہ ہر دور کے خطوط کو قارئین کے سامنے پیش کر کے ان کی ابتدائی حالتوں کو مجسم دکھایا گیا ہے۔ خط کی کہانی کے فاضل مؤلف سید احمد رامپوری جو خود ماہر فن ہیں اور ان کی خوشنویسی اور فن کاری کے ناقابل فراموش نمونے ہندوستان اور سرزمین عرب میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ اس اہم کام کی انجام دہی میں کافی عرصہ تحقیق و جستجو کی پُرخطر راہیں طے کرتے رہے ہیں۔ سید احمد اپنی فنکاری میں عدیم المثال ہیں۔ بدقسمتی سے انہیں وہ مقام نہ مل سکا جس کے وہ مستحق تھے اور ہیں۔ میں نے کسی حد تک اس کی تلافی کی کوشش کی اور آل انڈیا پرشین ٹیچرز ایسوسی ایشن کی سالانہ بین الاقوامی کانفرنس منعقدہ رضا لائبریری (مورخہ ۲۸۔ ۳۰ر دسمبر ۱۹۹۶ء) کے دوران لائبریری کے دربار ہال میں ان کے فن پاروں کی نمائش کا اہتمام کروایا جسے کانفرنس کے ملکی اور غیر ملکی مندوبین کے علاوہ کافی تعداد میں مقامی حضرات نے بھی دیکھا اور سید احمد کے فن کی خاطر خواہ داد دی۔ دوسرا کام جو سید احمد کے مسلم الثبوت فن کار ہونے کے اعتراف میں کیا گیا ہے، وہ چیئرمین رضا لائبریری ایوارڈ ہے جو گیارہ ہزار روپے اور توصیفی سند پر مشتمل ہے اور تیسرا اہم کام اس کتاب کی لائبریری کی طرف سے اشاعت ہے۔

مجھے پوری امید ہے کہ اس کتاب سے اگر ایک طرف فن تحریر کے سلسلے میں معلومات میں اضافہ ہو گا تو دوسری طرف خوشنویسی کے جو چند نمونے کتاب میں شامل کئے گئے ہیں، وہ اپنے عہد کے معروف خوشنویسوں کے ہیں جن کا نام خوشنویسی کے فن کے ساتھ ہمیشہ زندہ رہے گا۔

رضا لائبریری کے خطاطی نمونوں کے انتخاب میں ابوسعد اصلاحی اسسٹنٹ لائبریرین اور

ڈاکٹر سید حسن عباس سینیئر ریسرچ فیلو نے میری مدد کی ہے جن کا میں شکر گذار ہوں۔

یہ کتاب ہماری آزادی کی گولڈن جبلی تقریبات کے اشاعتی پروگرام کا ایک اہم حصہ ہے جسے محبّی تنظیم رضا قریشی، الفردوس مطبع دہلی کی مدد سے رضا لائبریری کی جانب سے شائع کی جا رہی ہے۔ انہی کے ذریعہ انگ درپن اور "ادب گاہِ رامپور" بھی چھاپی گئی تھیں، جن کی دِل آویز طباعت کو عام مقبولیت حاصل ہوئی ہے۔

کتاب میں شامل تصاویر چتر ا ر سٹوڈیو کے ماہر فن فوٹو گرافر جمشید آغا کی تیار کردہ ہیں جس سے کتاب کی اہمیت میں نمایاں اضافہ ہوا ہے۔ میں اِن دونوں حضرات کا بے حد ممنون ہوں۔

پیشِ لفظ

مقبرہ ابراہیم ولد عبداللہ (مقامی لقب لال شاہ بازم) مدیا
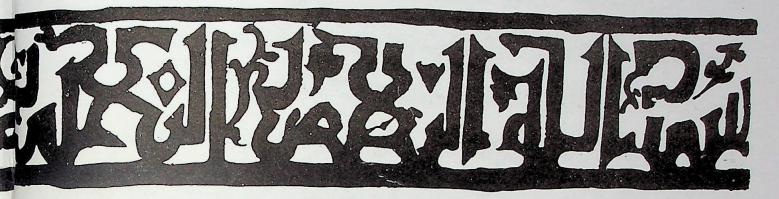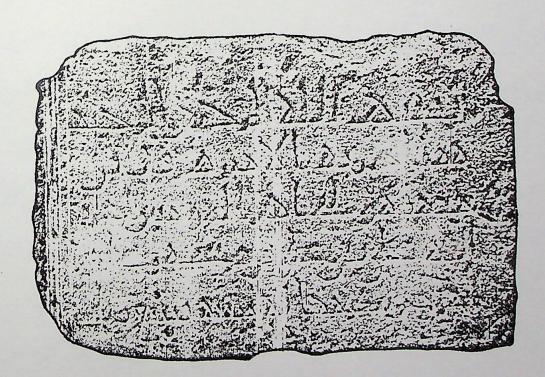
بھنبھور سندھ (پاکستان) کا قدیم ترین کوفی کتبہ
سنہ ۱۰۹ھ مطابق ۷۲۷ء

پیشِ لفظ

یور یا پر دُعائیہ کلمات، ۵۵۴ھ بھدریشور (گجرات)
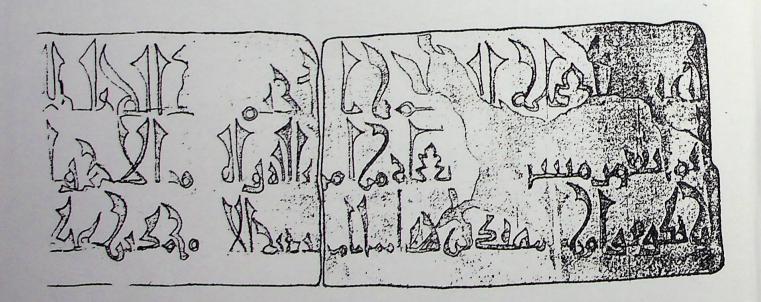
پیشِ لفظ
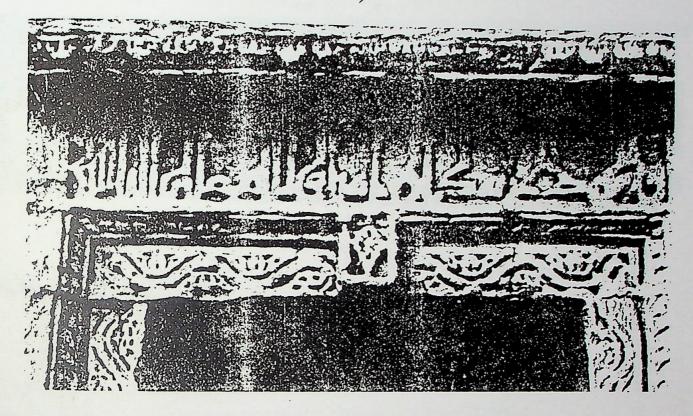
ابراہیم کے مقبرہ کے دروازہ پر کوفی کتبہ ۵۵۴ھ بھدر یشور

پیش لفظ

پیشِ لفظ
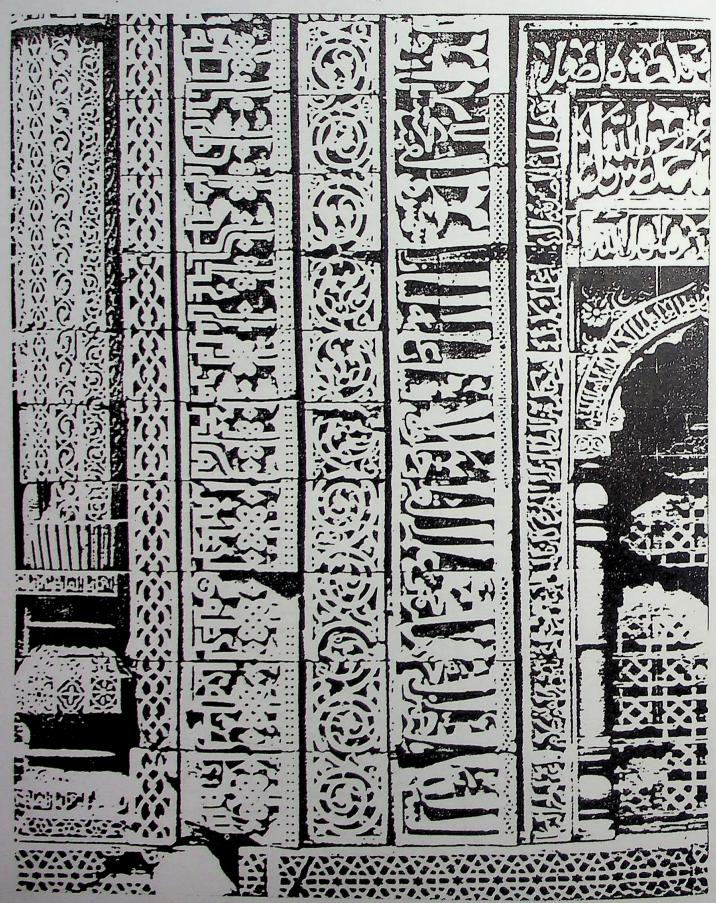
لوح مزار ذکی الدین عمر الکازرونی (کھنبات، گجرات)

عہد محمد بن تغلق ۱۳۳۳ء
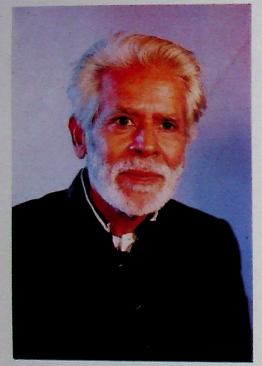
ڈاکٹر سید حسن عباس

هندوستان کا مایه ناز فنکار

سیّد احمد رامپوری

فن خطاطی ایک ایسا لطیف اور عظیم فن ہے جس نے زمانۂ قدیم سے موجودہ عہد تک اہلِ ذوق کی تسکینِ دل و نگاہ کے سامان فراہم کئے ہیں۔ اس فن کی بدولت نہ جانے کتنے فن کاروں کے نام تاریخ کے صفحات کی زینت بنے ہوئے ہیں۔ ایسے فن کاروں کی یاد تازہ کرنا میراث رفتگاں کے تحفظ واحیا اور نام نیکوئے رفتگاں کی بازیافت کے مترادف ہے۔ اچھی تحریر کی خوبی یہ ہے کہ اس کے دیکھنے سے بصارتِ چشم میں اضافہ ہوتا ہے :

نور چشم آدمی افزوں شود از ہشت چیز — گر میسر گرددت دروی نظر کن ہر زماں

در زرہ، در مصحف و شیخ کبیر و شاہِ عصر — خط خوب و روی خوب و سبزہ و آب رواں

ترجمہ - آدمی کی آنکھ کی روشنی میں آٹھ چیزوں سے اضافہ ہوتا ہے۔ اگر تمھیں میسر ہو تو ہر زمانہ میں انھیں دیکھو۔ زرہ، مصحف، شیخ کبیر اور شاہِ عصر، اچھی تحریر، خوبصورت چہرہ، سبزہ زار، اور بہتا ہوا پانی۔

تاریخ میں ابن مقلہ، ابن بواب، یاقوت مستعصمی، میر علی ہروی، میر عماد، آقا عبد الرشید اور سلطان علی مشہدی جیسے عظیم اور نادر الوجود فنکاروں اور خطاطوں کا نام ان کے درخشندہ فن پاروں اور عدیم المثال فنکاریوں کی وجہ ہی سے زندہ و تابندہ ہے۔ سید احمد رامپوری ایک ایسے ہی فنکار اور خطاط ہیں جن کے فن اور ماہرانہ فن کاریوں کو دیکھ کر انسان حیرت زدہ رہ جاتا ہے کہ اتنی خوبیوں کا مالک شخص اتنی گمنامی میں کیوں جی رہا ہے۔

سید احمد نے مدرسہ عالیہ رامپور سے ۱۹۴۲ء میں منشی فاضل کیا اور جنوری ۱۹۴۳ء میں اسٹیٹ لائبریری (رضا لائبریری) رامپور سے منسلک ہو گئے۔ اُن کے ذمہ عرشی صاحب مرحوم نے کرم خوردہ اوراق کی پیوندکاری اور طلاکاری کا کام سپرد کیا۔

سید احمد صاحب کا کہنا ہے کہ "لائبریری کی ملازمت کے دوران قدیم اساتذہ کی وصلیوں پر قطعات اور نادر و نایاب مخطوطات اور مصوّری کے بیش بہا نمونوں کو دیکھ کر دل میں یہ خواہش بار بار موجزن ہوتی تھی کہ ان کاملانِ وقت کے حالات بالترتیب قلم بند کئے جائیں اور ان کے فنی شہ پاروں کا ایک مرقع مرتب کیا جائے۔"

سید احمد نامساعد حالات کی وجہ سے ۱۹۴۵ء میں دہلی چلے گئے اور اُس وقت کے ایک اہم خطاط اور فن کار استاد یوسف بن محمد دین کے آستانے سے منسلک ہو گئے ان کی خدمت میں رہ کر انھوں نے فن کتابت اور جدید طرز کے ڈیزائنوں اور پریس کے ترقی یافتہ اصولوں اور طریقوں کی معلومات حاصل کی۔ چند برس بمبئی میں بھی قیام رہا اور فلمی سیٹ کی موڈلنگ کا کام سیکھتے رہے۔ مذہبی رنگ غالب ہونے کی وجہ سے فلمی لائن کو ترک کر دیا۔

چونکہ فن خطاطی کی قدیم تاریخ سے گہری دلچسپی تھی اس لئے ۱۹۴۴ء سے مسلسل لکھتے اور نمونوں کو جمع کرتے رہے۔ ۱۹۶۲ء میں مولانا وحیدالزماں صاحب مرحوم کی خواہش پر دارالفکر سے منسلک ہو گئے قرآن کریم اور احادیث نبوی کی کتابت ذریعہ معاش تھا اور مولانا وحیدالزماں مرحوم کی زیر نگرانی تاریخی خطوط کی کھوج مشغلہ سید احمد صاحب کا بیان ہے کہ "اگر میں مولانا کے دارالفکر سے منسلک نہ ہوتا تو اتنا بڑا کام کبھی انجام کو نہ پہنچتا۔ جو قیام دیوبند میں انجام دیا۔ یہ سب مولانا کے فیضان علم کا کرشمہ ہے۔"

۱۹۶۸ء میں دہلی واپس آ گئے اور کلنڈر ڈیزائن کا کام کرتے رہے۔ ۱۹۷۲ء میں شیخ محمد عبداللہ وزیر اعظم کشمیر نے مسجد حضرت بل کا کام سپرد کیا۔ کام تیار ہونے کے بعد ماہرین تعمیرات نے اس کام کو بیحد پسند کیا اس کے بعد سلطان قابوس بن سعید والیٔ عمان کے محکمہ تعمیرات اسلامی سے وابستہ ہو کر بطور مشیر دس برس کام کرتے رہے اور دس ہزار اسکوائر فٹ ڈیزائن عمارات میں مزین کئے یہ تمام ڈیزائن سید صاحب کی لائبریری میں محفوظ ہیں۔ آپ نے حکیم عبدالحمید صاحب بانی ہمدرد دواخانہ کی خواہش پر تغلق آباد دہلی کی مشہور لائبریری میں میورل ورک پیش کر کے خود کو زندہ وجاوید بنا لیا۔

سید صاحب گوشہ نشینی کی زندگی پسند کرتے ہیں اور ہر روز نو گھنٹے کام میں منہمک رہتے ہیں اُن کی تاریخی تحقیقات سے متاثر ہو کر اور قدیم طرز کے لاتعداد نمونوں کو دیکھ کر محققین نے ان کے بارے میں یہ الفاظ لکھے ہیں۔

خواجہ احمد فاروقی، پروفیسر دہلی یونیورسٹی دہلی رقمطراز ہیں :-

"جناب سید احمد صاحب کی گراں قدر کتاب "تاریخ الخط العربی" میں نے دیکھی اور دیکھ کر حیران رہ گیا کہ اپنی خاکستر میں ایسی چنگاری بھی تھی۔ اس میں پانچ ہزار برس قبل مسیح سے دورِ حاضر تک خطوط عربیہ کی ترقی و تبدیلی سے عالمانہ طور پر بحث کی گئی ہے اور نمونے دئے گئے ہیں اور بڑا خونِ جگر صرف کیا گیا ہے۔ اگر شاہ جہاں کا دور ہوتا تو ان کو اشرفیوں میں تلوادیا جاتا۔" ——— ۲۵ر اپریل ۱۹۸۷ء

سید اوصاف علی ڈائرکٹر انڈین انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز نئی دہلی لکھتے ہیں:

"انڈین انسٹی ٹیوٹ کی عمارت جب تغلق آباد میں تیار ہوئی تو اسکی دیواروں پر خط عربی کے ارتقاء کو دکھانے کا خیال آیا۔ اس کام کے لئے نگاہ انتخاب سید احمد صاحب پر پڑی جو نہ صرف خطاطی کے لئے مشہور ہیں بلکہ جنھوں نے عربی خط کی تاریخ کا گہرا مطالعہ کیا ہے اور اس باب میں بہت کچھ لکھا ہے۔ جو کام انھوں نے انسٹی ٹیوٹ میں کیا وہ بہت اعلیٰ درجہ کا ہے اور اس کو دیکھنے کے بعد انسٹی ٹیوٹ کے اس حصے کی شہرت بڑھ گئی اور آج بھی یہ پینل (Panals) دیکھنے دور دور سے لوگ آتے ہیں۔

پروفیسر ڈاکٹر سید رضوان علی ندوی (کراچی پاکستان) کا تاثر یہ ہے:

"میں نے یورپ اور عرب ممالک میں خطاطی کے کافی نمونے دیکھے ہیں۔ مگر میں پورے وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ سید احمد صاحب نے جو خطاطی کی ہے وہ کسی طرح بھی برِّ صغیر اور عرب ممالک کے خطاطوں سے کم نہیں۔ بلاشبہ وہ صفِ اوّل کے خطاط ہیں۔ انھوں نے خطاطی میں جو اُپج پیدا کی ہے اور زیب و زینت کے جو پہلو نکالے ہیں وہ حیران کن ہیں۔ انھوں نے سلطان قابوس کے محل میں جو خطاطی کی ہے وہ محیر العقول ہے۔ انکی چند تالیف کردہ کتب جو تحقیقی ہیں میں نے دیکھیں ان سے انکی وسعت نظر کا اندازہ ہوا۔ حقیقت یہ کہ وہ انتہائی اعلیٰ علمی و تحقیقی ذوق رکھتے ہیں۔ اگر سید احمد پاکستان کے فنکار اور خطوط العربیہ کے تاریخ نویس ہوتے تو حکومتِ پاکستان انکو بڑے اعزازات عطا فرماتی۔"

اسی طرح جناب علی رضا شیخ عطار سفیر جمہوری اسلامی ایران اور جناب صلاح بن علی احمد محمد النشاد سفیر یمن اور نبیل مرزوق الامارات العربیہ المتحدہ ابوظبی اور دوسرے اہم لوگوں نے سید احمد صاحب کے بارے میں بہت کچھ لکھا ہے۔

"خط کی کہانی تصویروں کی زبانی" تاریخ الخط العربی کا مختصر دیباچہ ہے جو سید صاحب کی پچاس برس کی عرق ریزی کا ماحصل ہے انشاءاللہ وقت آنے پر تاریخ الخط العربی تالیف سید احمد بھی ضرور منظر عام پر آئے گی۔

عرض مؤلف

دریں امید بسر شد دریغ عمر عزیز- کہ آنچہ در دلم ست از درم فراز آید (شیخ سعدی)

اوائل جنوری ۱۹۴۳ء میں ایک اہم کام کی غرض سے جناب امتیاز علی خاں عاحب عرشیؔ مرحوم کے ایماء پر اسٹیٹ لائبریری (حال رضا لائبریری) میں میرا تقرر عمل میں آیا۔ میرے سپرد یہ کام کیا گیا کہ قدیم نادر و نایاب کتب پر پنسل سے نمبر شمار ڈالدوں تاکہ جلد بندی کے دوران منتشر اوراق کو نمبر شمار کے ذریعہ یکجا کیا جا سکے۔ قدیم مخطوطات اور نادر کتب میں نمبر شمار کا رواج نہ تھا بلکہ رکاب (رکابہ) کا طریقہ مروج تھا۔ میرے لئے جلد بندی، طلاکاری اور مغل تزئینی فن کا سیکھنا بھی ضروری تھا۔ جلد بندی اور کرم خوردہ اوراق کی مرمت کا کام مختصر سے عرصہ میں سیکھ لیا۔ مغل تزئین کاری اور طلاکاری کا فن سید عزت علی اور ان کے صاحبزادہ سید سعادت علی سے سیکھ رہا تھا۔

والی رامپور سید رضا علی خاں مرحوم کی خواہش تھی کہ کتب خانہ سرکاری کو ایک ایسا فن کار مل جائے جو کرم خوردہ اوراق کے مطلا اور رنگین نقوش کو دوبارہ درست کر کے حقیقت کا رنگ بھر سکے۔ اسی ضرورت کے پیشِ نظر میں خود کو تیار کر رہا تھا۔

قدیم اساتذہ کی وصلیوں، قطعات اور مخطوطات کے نادر و نایاب نمونوں کو دیکھ کر دل میں یہ خواہش بار بار موجزن ہوتی تھی کہ ان کاملان وقت کے حالات قلمبند کر کے ان کے فنی کمالات کا مرقع شائع کیا جائے۔ لیکن ۱۹۴۵ء کے آخری ایام میں لائبریری کی ملازمت ترک کر بیٹھا اور فنونِ اسلامی کو حاصل کرنے کی غرض سے وطن سے دور ہوتا گیا۔ اسلامی آرٹ اور فن

خوشنویسی کی تحقیقات اور اس کے حصول کی غرض سے تیس برس در بدر کی ٹھوکریں کھاتا پھرا کھنڈرات میں جا کر اسلامی آرٹ اور قدیم اسلوب کتابت پر گھنٹوں غور و فکر کرتا اور ان کے نمونے کیمرے کی فلم میں مقید کرتا اور کبھی لائبریریوں میں خط کی تاریخ اور ان کے ادوار قلم بند کرتا۔

۱۹۶۰ء میں یہ جنون بڑھ گیا۔ ہر وقت مطالعہ کرنا اور اس کا ماحصل لکھنا اور خطوط کے قدیم نمونے جمع کرنا روز کا معمول بن گیا۔ مولانا وحید الزماں صاحب کیرانوی کی خواہش پر ۱۹۶۲ء میں دیو بند چلا گیا ادارہ "دار الفکر" اور "کتب خانہ دار العلوم" میں عربی اخبارات، رسائل اور قدیم کتابوں کے پڑھنے اور مضامین اخذ کرنے کا موقع ملا۔

۱۹۶۸ء میں دہلی واپس آ گیا۔ ۱۹۷۲ء میں وزیر اعظم کشمیر شیخ محمد عبداللہ صاحب نے مسجد حضرت بل کا کام میرے سپرد کیا۔ ایک سواڑ تالیس فٹ طویل اور تین فٹ عریض پٹی پر اسماء باری تعالےٰ خط ثلث میں بقلم جلی مثل تاج محل کے انداز پر کتابت کر کے دئے جو سنگ مرمر پر کندہ ہو کر گنبد کے بیرونی حصے پر چسپاں کئے گئے۔

ٹیکنیکل ایڈوائزر سلطان مسقط نے میرے خط کے قدیم نمونوں کو دیکھ کر محلات شاہی اور مساجد کا کام میرے سپرد کیا۔ دس برس تک سلطان کے تعمیراتی ڈپارٹمنٹ سے وابستہ رہا۔

حکیم عبدالحمید صاحب (بانی ہمدرد دواخانہ) نے احمد اللہ خاں صاحب (آرکٹکٹ) کے ایما پر انڈین انسٹیٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز (تغلق آباد دہلی) کے لئے قدیم فن کتابت جو تعمیرات میں آرائش کے لئے استعمال ہوتا تھا اس کو دوبارہ بذریعہ کاشی کاری اور گلاس ورک پیش کرنے کی خواہش کی۔ میں نے یہ کام انجام دیا جو ماہرین تعمیرات کو بیحد پسند آیا۔

تاریخ فن خطاطی کے سلسلے میں مسلسل ۴۲ برس انتھک کوشش کی اور چھ حصے مرتب کئے جسکی تفصیل حسبِ ذیل ہے۔

۱- تاریخ الخط العربی -- حصہ اول - چار سو صفحات۔ بڑا سائز - اس جلد میں بعد طوفانِ نوح سامی زبانوں کی تاریخ (اُردو) اور اس زبان کے رسم کتابت اور عربی خط کی بنیاد اور اسکا ارتقاء اور تعمیرات اسلامی میں استعمال ہونے والے خطوط اور حروف تہجی قدیم کی واضح تاریخ ہے۔

۲- خط عربی اور اسکی عہد بہ عہد ترقیاں (اُردو) - حصہ دوم - تین سو صفحات، بڑا سائز - اس حصہ میں عربی اور فارسی خط کی جامع تاریخ اور عربی و فارسی خط کے ہزاروں نادر نمونے یکجا کئے تھے۔ محمد لائق خاں

ہمدم ولد محمد سعید خاں نے جو دبئی میں کاروبار کرتے ہیں
اور خود کو علی گڑھ کا شہری بتایا مجھ سے طباعت واشاعت کا
معاہدہ کیا اور کتاب لیکر غائب ہو گئے بعد میں معلوم ہوا کہ
یہ کراچی کے رہنے والے تھے۔

۳-**مرقع خوشنویسان ہند و ایران**-جلد سوم-تین سو صفحات-اس کتاب میں قدیم ایرانی خطوط اور خطِ نستعلیق
(اُردو) کے جملہ اساتذہ ایران و ہند کے خوشنویسوں کا مفصل
تذکرہ اور ان کے کتبات کے عکس ہیں جو دنیا کی لائبریریوں
اور کتب خانوں میں محفوظ ہیں۔

۴-**خط کی کہانی تصویروں کی زبانی**-جلد چہارم-۷۵ صفحات-اس کتاب میں خطوط قدیمہ کی مختصر
(اُردو) تاریخ اور قدیم نادر نمونے یکجا کردئے ہیں۔(کتاب حاضر)

۵-**مختصر تاریخ خط و خطاطان** -جلد پنجم-۷۵ صفحات- خطِ نستعلیق کی مختصر تاریخ اور ایران، روم اور
(نستعلیق نویسان) ــــ (اُردو) ہندوستان کے باکمال اساتذہ کا تذکرہ اور ان کے فنی شہ پارے
تلاشِ بسیار کے بعد یکجا کردئے ہیں۔

۶-سید احمد کی **طرز نگارش** کے مختلف انداز-جلد ششم-سو صفحات-اس جلد میں، میں نے اپنی خطاطی کے قدیم ترین
اور عصر حاضر تک کے جدید اسلوب کتابت پیش کر کے خط
کا ایک جامع اٹلس مرتب کیا ہے جو شائقین کتابت اور
محققین رسم کتابت کے لئے نادر و نایاب تحفہ ہے۔

مذکورہ کتاب کی اشاعت کے لئے جن کرم فرماوں نے میری دستگیری فرمائی ہے اُن میں سرفہرست جناب ڈاکٹر وقارالحسن صدیقی صاحب، سابق ڈائرکٹر آرکیالوجیکل سروے آف انڈیا اور موجودہ افسر بہ کار خاص رام پور رضا لائبریری ہیں۔ موصوف ہمیشہ ہی میرے فن پاروں کے سلسلے میں نہایت مخلصانہ تاثرات پیش کرتے رہے ہیں اور اِس وقت بھی اگر ان کا کرم شامل حال نہ ہوتا تو

اس کتاب کی اشاعت شاید کچھ اور مدت کے لئے عملی نہ ہو سکتی تھی۔ میں انکی علم دوستی اور فنکاروں کی سرپرستی کے جذبے کا پہلے ہی سے قدرداں تھا اور جب میں نے اپنی کتاب کو رضا لائبریری سے شائع کرنے کی خواہش ظاہر کی تو موصوف نے فراخدلی سے مثبت ردعمل کا اظہار فرمایا۔ کتاب کی اشاعت سے قبل بھی انھوں نے رضا لائبریری رام پور میں میری خطاطی اور میرے فن پاروں کی نمایش کے سلسلے میں کافی کچھ کیا تھا۔ رضا لائبریری سے چند نمونے بھی آپ نے فراہم کئے ہیں۔ ڈاکٹر صدیقی صاحب کی اس علم دوستی کے سبھی معترف ہیں اور میں بھی نہایت شکر گزار ہوں۔

ڈاکٹر سید حسن عباس صاحب کا شکریہ بھی ادا کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں جنھوں نے ہمیشہ ہی فن خطاطی اور خطاطوں کے تذکرے خاص کر جو ایران میں شائع ہوئے ہیں مجھے اپنے ذخیرۂ کتب سے فراہم کئے جن سے اس کتاب اور اپنی دیگر کتابوں کی تالیف میں میں نے کافی استفادہ کیا۔ خاص کر اس کتاب کے سلسلے میں ان کا جو تعاون رہا ہے وہ ناقابل بیان ہے۔ وہ میرے خورد ہیں لیکن انھوں نے ہمیشہ اپنی علمی گفتگو اور علمی تعاون سے مجھے متاثر کیا ہے۔ خدا اُنھیں مزید توفیقات عنایت فرمائے۔

رام پور شہر کی تمام معزز ہستیوں نے بھی مجھ ذرۂ بے مقدار کی ہمیشہ حوصلہ افزائی کی اور میرے کارناموں کو چاہے وہ کسی قابل نہ ہوں، اپنی توجہ سے جوہر قابل بنانے میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی۔ اس کے لئے میں ان تمام حضرات کا بے حد شکر گزار ہوں جن کی توجہ کا یہ خاکسار پہلے بھی محتاج تھا اور اب بھی رہے گا۔

خداوند عالم سے میری یہی دعا ہے کہ اس ناچیز کی یہ معمولی سی کوشش مقبول خاص و عام ہو اور خاص کر نوجوان نسل اس کتاب کے مطالعے سے نہ صرف فن تحریر کی تاریخ سے واقف ہو بلکہ فن خوشنویسی کو کماحقہ سیکھنے اور برتنے کے عمل میں سنجیدہ ہو۔

سید احمد — ۱۱/ اکتوبر ۱۹۹۶ء
تالاب ملا اِرم - رام پور ۲۴۴۹۰۱

مقدمہ

دیکھنے میں آتا ہے کہ جہاں بھی قدیم دریا پائے جاتے ہیں وہیں سے دنیا کی بڑی تہذیبوں کا ظہور ہوا۔ چونکہ پانی ہر جاندار کے لئے بیحد ضروری ہے اسی لئے ہر دریا انسانوں کے استقرار کا باعث ہوا۔ چنانچہ قدیم مشرق کی سرزمین سے کتابوں اور لائبریریوں کے کافی آثار ملے ہیں۔

تاریخی شواہد سے پتہ چلتا ہے کہ پانچ ہزار برس قبل مسیح اہلِ مصر نے سب سے پہلے کتابت کا طریقہ دریافت کیا اور اپنی ایجاد کردہ طرز تحریر میں وصیتیں، مذہبی تعلیمات اور اخلاقیات پر مضامین لکھے۔ پیرس کے ایک گھریلو کتب خانہ میں ایک ایسی جھلی محفوظ ہے جو وہاں کے بارہویں شاہی خاندان کے بارے میں لکھی گئی تھی جس کا زمانہ ۲۰۰۰ قبل مسیح کا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ خطوط کی ایجادات میں ان مقامات کو کافی اہمیت حاصل ہے جو تہذیب وتمدن کے مراکز کہلاتے تھے۔ دراصل یہیں سے اہلِ آثار و تاریخ نے خطوط کے اہم ترین نقوش دریافت کئے ہیں جن سے خطوط کی تاریخی ترقی اور ترویج کا پتہ لگتا ہے۔

خط تمثال۔ لسانیات کے محققین نے لکھا ہے کہ سب سے پہلے قدیم اقوام عالم نے پتھروں پر تصاویر کندہ کیں اور اس کے بعد تصویری خط ایجاد کیا مصر کا خط تمثال (Pictorial Writing) بہت قدیم بتایا جاتا ہے۔ تصاویر کو پڑھا نہیں جاتا تھا بلکہ اسکا مفہوم سمجھا جاتا تھا۔ یہ خط کا مجازی تعبیراتی دور تھا۔ اور ہر شکل کا مفہوم ذہن نشین کرنا سخت مشکل تھا۔

ہیروغلیفی۔ دور ثانی میں بڑی اور مشکل تصاویر کو مختصر کر کے حیوانات اور دوسری اشکال کے ذریعہ حروف تہجی ایجاد کی یہ خط "ہیروغلیفی[1]" (Hieroglyphic) کے نام سے موسوم ہوا اور علمی اصطلاح میں پیکٹوگرافی (Pictography) کا نام دیا گیا۔

فنیقی (Phoenician) محققین کا بیان ہے کہ اہلِ مصر سے فنیقی قوم نے فن کتابت حاصل کیا اور اس میں مزید اصلاح کر کے موجودہ حروف تہجی سے قریب تر کر دیا۔

[1] ہیروغلیفی۔ بمعنی مقدس کندہ کاری

نظریہ بابلیہ کے عالموں کا دعویٰ ہے کہ فنیقی رسم کتابت خط مسماری سے مشتق ہے۔ وہ اسکی یہ وجہ بیان کرتے ہیں کہ اہلِ آشور، اہل بابل اور بحر ابیض کے کنارے بسنے والوں کے درمیان ثقافتی اور تجارتی تعلقات تھے اسی وجہ سے خط مسماری سے اخذ شدہ خط فنیقی مقبول تھا اور یہ بات بھی بیان کی جاتی ہے کہ خط مسماری حضرت عیسیٰ کی ولادت کے بعد بھی ۷۵ء تک ملک شام کے اطراف میں رائج رہا۔ عصر حاضر میں مسماری سے مشابہ خط میں مقام ابلہ اور راس شامرہ سے ہزاروں مٹی کی تختیاں دریافت ہوئی ہیں۔

آرامی — ۵۸۶ برس قبل مسیح صور کی تباہی کے بعد فنیقیوں پر زوال آ گیا اور تمام کاروبار پر آرامی قوم (Aramens) کا قبضہ ہو گیا اور انہوں نے خط آرامی کو (جس کو سامی خط بھی کہا جاتا ہے) فروغ دیا۔ یہ خط مصر سے ہندوستان کی سرحد تک پھیل گیا۔ بلاد عربیہ کے قدیم خطوط نبطی، عبرانی، سریانی سبائی، ثمودی، صفوی، لحیانی، حبشی، خط مسند یا مسند حمیر، یونانی، رومن، روسی، اور ہندوستانی رسوم خط کا اصل ماخذ یہی سامی حروف تھے۔

جنوبی عرب میں رائج عربی زبان کے علماء نے (جن میں کلاسر، ونکر اور ہومل شامل ہیں) بیان کیا ہے کہ خط معینی خط سبائی اور خط حمیری سے قدیم ہے اور دو حکومتوں ذوریدان اور یمن (جنوبی خطہ عرب) کے باشندے صحیح عربی النسل تھے اور انکی رسم کتابت خط مُسند تھی یہ خط اپنی متعدد شکلوں میں جزیرہ دیلوس (یونان) اور مصر کے اطراف میں مقبول ہوا۔

چنانچہ خط مُسند بلاد عرب کا قدیم ترین خط تسلیم کیا گیا ہے اور یہ خط اسلام سے قبل بلاد عربیہ میں جاری تھا اور اسکی شاخیں حجاز، مداین، الحجر، عراق، وادی شام، کویت اور احساء میں مروج تھیں اور بعد میں اسکی ایک شاخ خط نبطی جدید میں تبدیل ہو گئی۔ جیسا کہ آرامکو پٹرول کمپنی کی تازہ تحقیقات سے ظاہر ہوتا ہے۔

نبطی (Nabatean) نبطی لوگ عدنانی عرب تھے اور عرب مستعربہ کہلاتے تھے۔ کتبوں سے ثابت ہوا کہ حجازی عربوں نے تیسری صدی عیسوی میں تجارتی لین دین کی غرض سے اہلِ نبط کے تجارتی قافلوں سے فن کتابت سیکھا اور یہی خط عربی خط کی بنیاد ہے۔

خط کوفی عربی رسم کتابت میں جو مقام خط کوفی کو حاصل ہوا وہ کسی دوسرے خط کو نصیب نہیں ہوا۔ اس کی سب سے بڑی وجہ مصاحف صحابہؓ کی کتابت ہے۔ بالاتفاق جمہور تذکرہ نویسان ظہور اسلام کے بعد یہ اصحاب (رسولؐ) خط

کوفی لکھنے میں ممتاز تھے۔

۱-امیرالمومنین علی ابن ابی طالبؑ، ۲-حضرت عمر بن خطابؓ، ۳-عثمان ابن عفانؓ، ۴-ابی بن کعبؓ، ۵-زید ابن ثابتؓ

خط کوفی کی ابتدائی شکل کو سامنے رکھ کر فنانین اور خطاطین نے اس خط کی ستّر اشکال ایجاد کیں جو تعمیراتی کتبات اور مخطوطات کے ذریعہ دریافت ہوچکی ہیں۔اور کمال یہ ہے کہ ہر طرزِ تحریر کا نام، معنی اور مفہوم جدا جدا ہے جو دوسری زبانوں کے رسم الخطوں میں عنقا ہے۔

بنوامیہ نے ابتداء ہی سے خط کوفی کے فن تشکیل پر بہت زیادہ توجہ دی مثلاً سنگ مرمر پر حروف کی کندہ کاری، جست اور برونزی ظروف پر نقوش زخرفی اور کتابت، چمڑے اور رق الغزال[ا] پر مختلف رسم کتابت میں دستاویزات وغیرہ۔

مامون الرشید (عباسی) کے بارے میں یہ روایت ہے کہ وہ کہا کرتا تھا کہ شاہان عجم مجھ سے فخر ومباہات کی باتیں کریں تو میں ان کے مقابلہ میں سدابہار عربی خط کو پیش کردوں گا جو ہر جگہ پایا جاتا ہے اور ہر زبان میں لکھا جاتا ہے۔

ا رق الغزال (ہرن کی جھلی)۔

خط کاظہور اور اس کا انشقاق
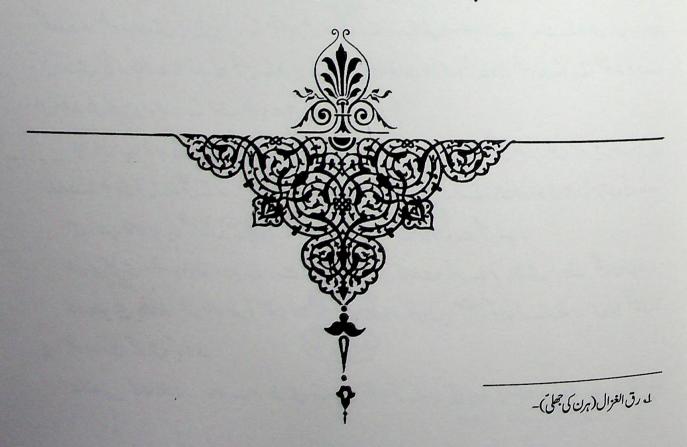
ذریعہ ابلاغ کادارومدار دیگر وسائل کے ساتھ ساتھ کتابت اور تحریر پر بھی رہا ہے اور یہ ہمیشہ سے ہوتا چلا آیا ہے۔ چنانچہ جنگ وجدل سے پہلے دھمکی اور تنبیہ کا عمل عموماً حروف اور الفاظ کے تابع ہوتا ہے اور لڑائیوں کا ایک نتیجہ یہ بھی نکلتا ہے کہ غالب قومیں مغلوب اقوام پر اپنی تہذیب، ثقافت اور زبان وادب کو ان پر مسلط کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔ اسکی مدد سے قومی تشخصات اور خصوصیات میں تبدیلی پیدا کر کے اقوام وملل کو ایک نئے سانچے میں ڈھالا جاتا ہے۔ انسان کے ذہن میں یہ بات کس دور میں آئی کہ خیالات کا اظہار فن تحریر کے ذریعہ کرے اور اہم واقعات کو آئندہ آنے والی نسلوں کے لئے محفوظ کردے اس سلسلہ میں ماہرین لسانیات کے مختلف نظریات ہیں۔

طبقہ اول اپنے شواہد کی بنا پر یہ دعویٰ کرتا ہے کہ حروف کی علامتی اشکال کے موجد قطعی طور پر اہل مصر ہیں اور ماہرین لسانیات نے طوفان نوحؑ سے قبل کے قدیم حجری کتبات یا علامات کا نادر ذخیرہ دریافت کر کے زبان اور خط کی تاریخ مرتب کی ہے۔

اس بات پر تمام دنیا کے عظیم محقق متفق ہیں کہ ابتداء میں فن کتابت تین مرحلوں سے گزرا ہے۔

اول مرحلے میں۔ تصویری خط، دوسرے مرحلے میں۔ مختصر علامتی نشانات، تیسرے مرحلے میں حروف تہجی کی ایجاد۔

تصویری خط۔ جس اہم واقعہ کو محفوظ کرنا ہوتا تو اس کا کردار پتھروں پر منقش کر دیا کرتے تھے اور اس خط تمثال کا پورا مفہوم بآسانی سمجھ میں آجاتا تھا۔

علامتی نشانات۔ دوسرے مرحلہ میں تصاویر کو مختصر کر کے علامتی یا دلالتی نشانات ایجاد کئے۔ یہ نشانات

سیکڑوں کی تعداد میں تھے اور اس کا مفہوم دشوار طلب تھا۔

تیسری کروٹ--اس دور میں حروف تہجی کی اشکال ایجاد کیں اس کے بعد عبارتوں کا لکھنا اور پڑھنا آسان ہو گیا۔

طبقۂ دوم کا دعویٰ ہے کہ فن تحریر[1] کی ابتدا سومری قوم سے ہوئی جو طوفان نوحؑ سے قبل بابل کے اطراف میں سکونت پذیر تھی۔ اس قوم نے سب سے پہلے لکڑی کی شاخوں پر آڑے ترچھے نشانات اور رسیوں پر گرہ اور پھندے لگا کر اپنے مافی الضمیر کا اظہار کیا اور اس کے بعد میخ سے مشابہ خط ایجاد کر کے حروف تہجی کی بنیاد رکھی جو میخی اور پیکانی کے نام سے موسوم ہوا۔ ملک شام میں آرامی خط کا ظہور ہوا جسکی شاخیں تمام عالم میں پھیلیں۔
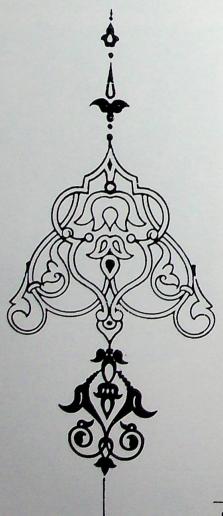
[1] Black on White -M-Ilin-Londan
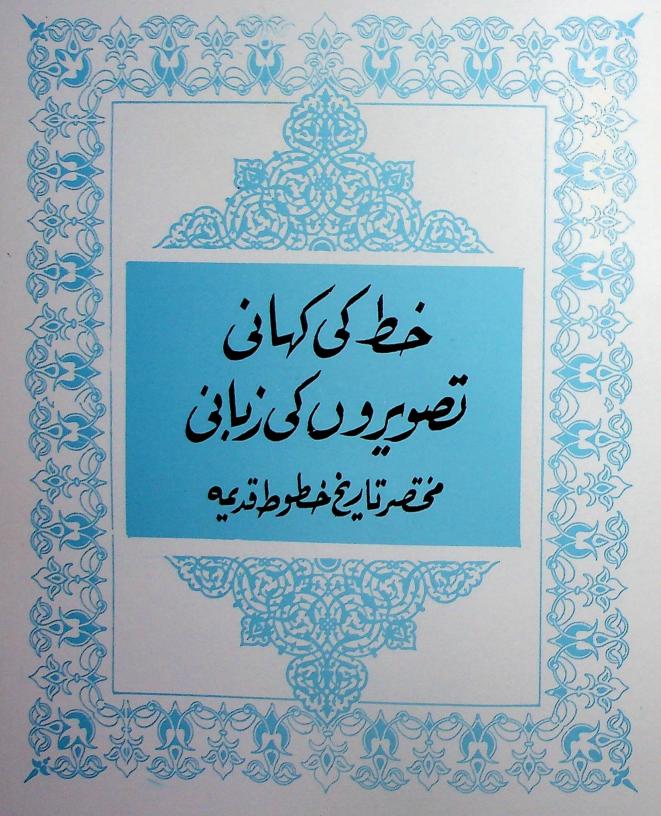
خط کی کہانی
تصویروں کی زبانی
مختصر تاریخ خطوط قدیمہ

خط کی کہانی تصویروں کی زبانی

خط تمثال (Pictorial Writing) اول دور -- تحقیقات سے اس امر کا انکشاف ہوا ہے کہ مختلف اقوامِ عالم نے سب سے پہلے تصویریں بنانا سیکھیں اس کے بعد تصویری خط ایجاد کیا۔ تصویروں کو پڑھا نہیں جاتا تھا بلکہ ہر شکل کا مفہوم جدا جدا ہوتا تھا۔ یہ خط کا تعبیراتی دور کہلاتا ہے۔

ماہرین لسانیات کا بیان ہے کہ یہ دنیا کا قدیم ترین خط ہے اس کے سوا کوئی اور نمونہ قدیم خط کا موجود نہیں ہے چنانچہ بابل اور مصر کی قدیم تاریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ مصر اور بابل میں کتابت کا آغاز پانچ ہزار برس قبل از مسیح ہوا۔

(تاریخ مصر الحدیث -از جرجی زیدان- مطبوعہ مصر)

نقوش اہرام (مقبرہ فرعون)

تمثال ملکہ نفرتاری، فرعون موسیٰ

لہ مجلۃ العربی-العدد ۱۴۷- ربیع الاول ۱۳۷۹ھ
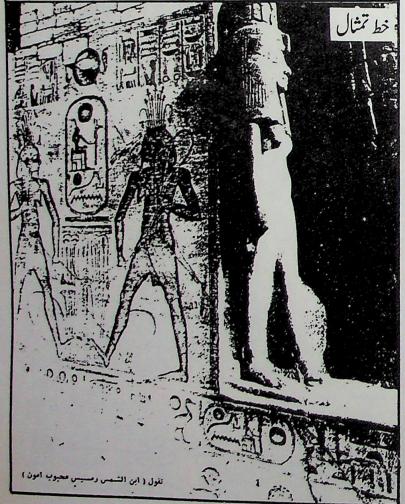
ماہرین لسانیات کا بیان ہے کہ حروفِ تہجی کی اشکال کے موجد قطعی طور پر اہلِ مصر ہیں۔ چونکہ وہ لوگ حیوانات کی پرستش کرتے تھے لہٰذا اظہارِ خیال کا ذریعہ تصاویر حیوانات کو قرار دیا اور انھیں تصاویر سے اپنا مافی الضمیر ادا کرتے تھے۔ تصویری خط کو باصطلاع علمی پیکٹوگرافی (Pictography) کہا جاتا ہے۔

تمثال نفرتاری ۱ـ
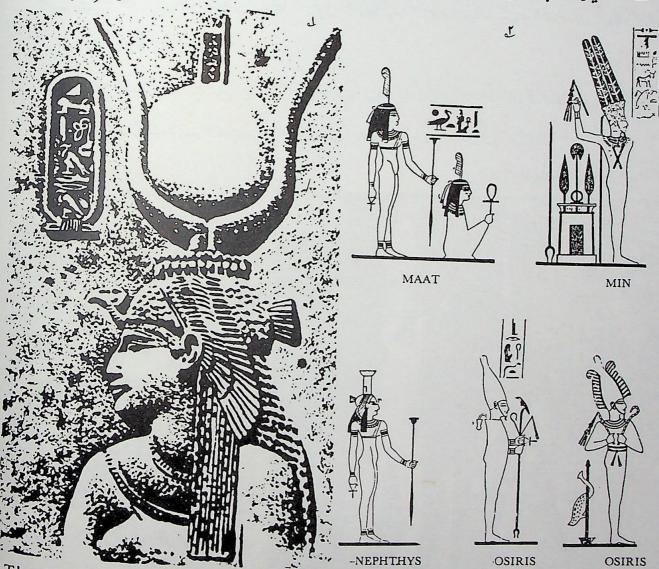
The Carving on an Egyptian Monument

یہ تصویری خط (خط تمثال) عبادت گاہوں اور فراعنہ کے مقابر (اہرامات) کے لئے مخصوص تھا۔ اور اس رسم کتابت کے کاتب مندروں کے پجاری اور پروہت ہوتے تھے۔ یہ خط صرف مقتدایان مذہب کے لئے مخصوص تھا۔

۱ـ Black on White - The story of Books-M-Ilin London

۲ـ Acompact Goide Luxor Cairo

دوسرا دور-- دوسری کروٹ میں بڑی تصویروں کو مختصر کر کے تصاویر حیوانات کے ذریعہ مکمل حروفِ تہجی ایجاد کی جو ہیروغلیفی (Hieroglyphic) (بمعنی مقدس کندہ کاری) کے نام سے موسوم ہوئی۔

اس خط کے لکھنے کا کوئی قاعدہ یا قانون مقرر نہ تھا اوپر سے نیچے یا نیچے سے اوپر، کبھی دائیں سے بائیں اور کبھی اس کے برعکس بھی لکھتے تھے۔ اہرام مصر اور شہر ممفس کے مندروں میں یہ رسم کتابت تیسری صدی تک رائج رہا۔ اس خط کی دو جدید کروٹیں ظہور میں آئیں۔[1]

[3]

خط تمثال ہیروغلیفی نقوش

Ancient Egyptian Hieroglyphics; the Egyptians later introduced some phonetic symbols

[4]

[2]
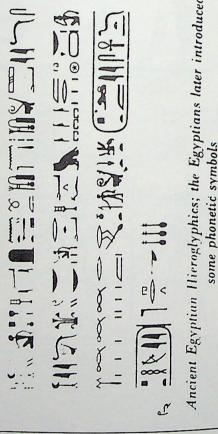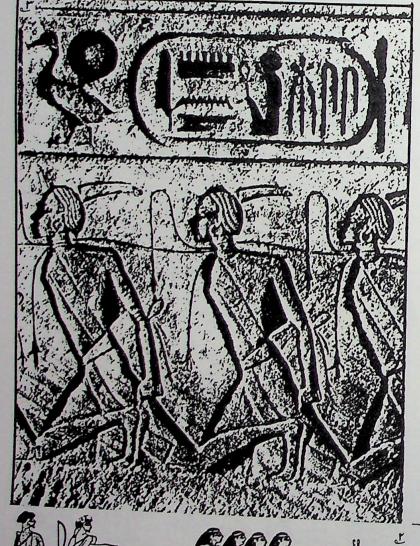
۱ الیرموک (عربی) تحقیقات ماہر جلد-۱

۲ آفاق عربیہ - العدد ۱۰ ۱۹۷۸ء

۳ مجلۃ العربی - العدد ۱۴۷ - ربیع الاول ۱۳۷۹ھ

۴ Knowledge-No.-191

اول کروٹ--اس دور میں تصویر کا ایک جز لیا گیا۔ مجموعی حروف تہجی کے صرف پچیس حروف تھے۔ یہ خط شاہی دفاتر میں جاری ہوا۔ اس رسم کتابت میں کچھ کجی یا خمید گی تھی لغوی معنی میں **هیراطیقی** (Hieratic) کے نام سے موسوم ہوا۔
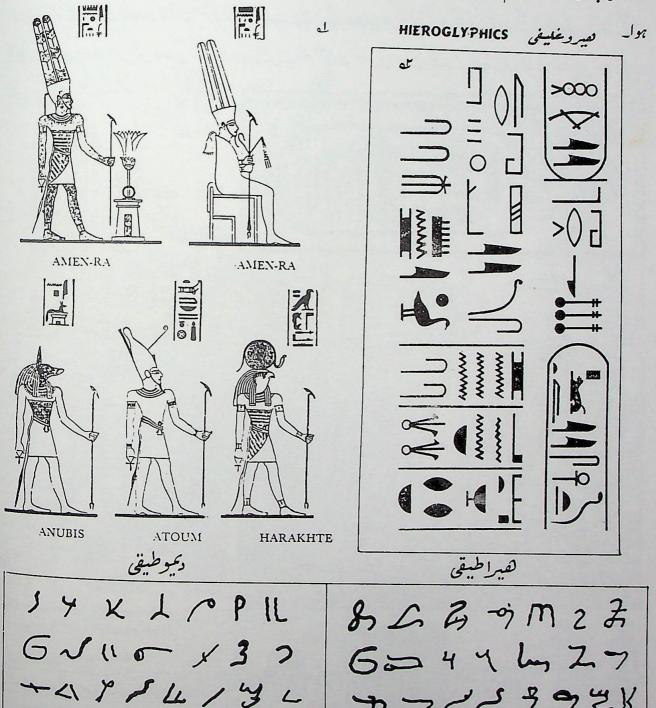
ل Acompact Goide Luxor Cairo

ل۲ Black on White The Story of Books-Millin-London-

لے

دوسری کروٹ--ماہرین کتابت نے اس خط میں مزید اصلاح کی اور اصلاح شدہ خط کا نام **دیموطیقی** (Demotiac) رکھا۔ یہ خط بہت رواں تھا اور کتابت آسان تھی۔ اس خط کو اصطلاحاً قلم العام کہا جاتا تھا۔ ۲

خط مسماری

میخی پیکانی (Cuni Form) چار ہزار قبل از مسیح بابلؔ میں سومرؔی قوم کی حکومت تھی۔ سومرؔی تہذیب قدیم مصر کی ہمعصر تہذیب تھی۔ یہ قوم دجلؔہ و فراتؔ کے مابین (دوآبہ) میں پھیلی ہوئی تھی۔ سُمیرؔ جنوبی بابلؔ کے خطہ کا نام تھا۔ یہاں میخ سے مشابہ ایک خط نے جنم لیا جو میخیؔ اور پیکانیؔ کے نام سے موسوم ہوا۔ تین ہزار قبل مسیح سے سنہ عیسوی کے آغاز تک جاری رہا۔ یہ خط ایرانؔ سے ایشیائے کوچک تک ہر جگہ مقبول تھا۔ سومرؔی معماروں نے اپنے بادشاہ کے حکم سے ایک معبد تعمیر کیا تھا۔ عصر حاضر میں اس معبد کی کھدائی کے دوران ہزاروں تختیاں جو مٹی کی پختہ اینٹوں پر خط میخی میں کندہ ہیں دریافت ہوئی ہیں۔ ابتداء میں یہ خط بھی تصویری تھا اس کے بعد میخی خط وجود میں آیا۔ ۳
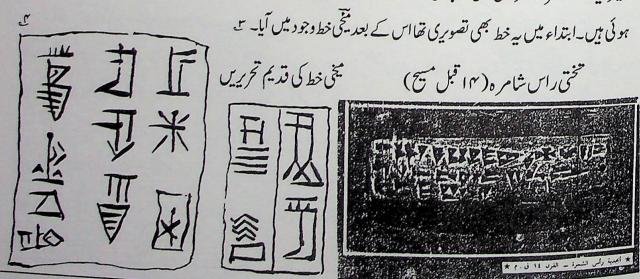
تختی راس شامرہ (۱۴ قبل مسیح)

میخی خط کی قدیم تحریریں

۴

لے آفاق عربیہ-العدد ۱۰ - ۲ تحقیقات ماہر جلد-۱ ۳ الیرموک (عربی مجلہ) ۴ Man and his Gods مجلہ الفیصل-العدد ۳-محرم ۱۴۰۰ھ

اکادی و بابلی رسم الخط--عراق کے شمالی حصے کو اکاد کہتے تھے جہاں سامی قوم آباد تھی اس قوم نے خط کو تین ہزار برس قبل مسیح اختیار کیا۔ ابتداء میں اکادی اور بابلی خط بھی تصویری تھا اس کے بعد آہنی کیلوں سے مشابہ ہو گیا۔ یہ خط بھی میخی مسماری کے نام سے موسوم ہوا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس رسم کتابت کو کلدانیوں (عراقی، بابلی، اشوری) نے فنیقی قوم سے سیکھا تھا۔

Two strange-looking systems of numerals: above, Chinese; below, Babylonian
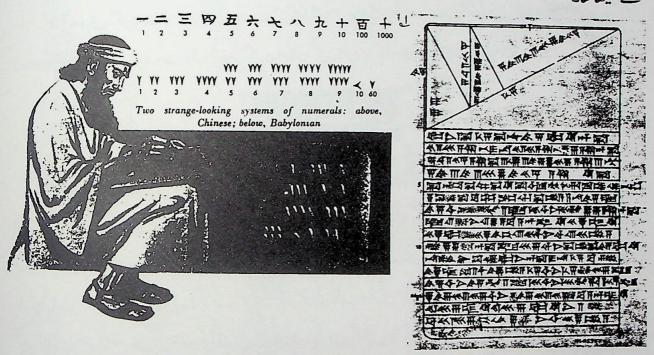
راش شامرہ--Rash Shamera ۱۹۲۸ء میں ملک شام کے ایک گاؤں راش شامرہ کے قریب شہر یگارت کے آثار دریافت ہوئے ہیں یہ مقامی حکمرانوں کے مقبروں اور مندروں پر مشتمل ہیں۔ ان آثار سے جو تختیاں بر آمد ہوئی ہیں وہ چودہویں صدی قبل مسیح کی ہیں۔ ان گلی الواح پر ایک خاص قسم کے میخی خط میں عبارتیں کندہ ہیں۔

ابلہ ــــــ دمشق (Damascus) اور حلب (Halab) کے مابین ایک قدیم شہر ابلہ (Abla) دریافت ہوا ہے۔ یہ اپنے دور میں نہایت ترقی یافتہ شہر تھا۔ کھدائی کے دوران ہزاروں تختیاں دریافت ہوئی ہیں جو خط میخی میں کندہ اور طرزِ بابل کے مشابہ ہیں۔ میخی رسم کتابت بابل کے علاوہ ملک شام کے مختلف مقامات پر بھی رائج تھا۔ کہیں کہیں انتقال الحروف میں تھوڑا فرق نظر آتا ہے۔

---

[1] آفاق عربیہ - العدد ۱۰ ۱۹۷۸ء

فنیقی رسم الخط محققین کا بیان ہے کہ اہلِ فنیشیا(Phoenicia) نے مصر کے لوگوں سے فن کتابت حاصل کیا۔ اور اس کو لکھنے میں آسان بنادیا۔ فنیقی لوگ مصلح حروف ہیں موجد نہیں ہیں۔ یہ وہ قوم تھی جو کسی زمانہ میں ساحل بحرین اور خلیج فارس پر آباد تھی۔ لیکن جب ایک دوسری قوم نے انکو سواحل سے بیدخل کیا تو یہ عمان اور نواح یمن میں آباد ہو گئی۔ اور دوسرے انقلاب میں ارض کنعان (شام) پہنچی ساحل بحر روم پر شہر صور (Tyr ian) اور صیدون (Sidonian) انھیں کی یادگار ہیں۔ فنیقی لوگوں نے تجارت کی غرض سے بحرِ روم کے کنارے کنارے اپنی نو آبادیاں قائم کی تھیں اور زبان عربی سے مشابہ تھی۔

فنیقی کتبہ
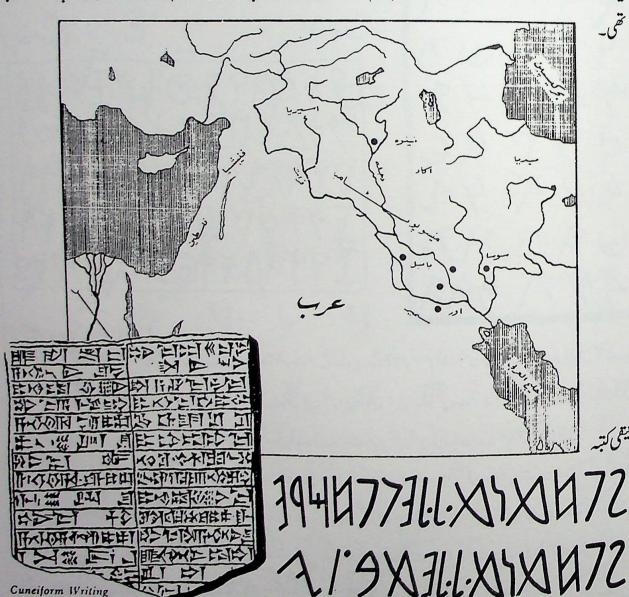
Cuneiform Writing

Black on White - The story of Books-M-Ilin London

مآخذ۔ تحقیقات ماہر جلد ا۔ صفحہ ۲۰۔ فن تحریر کی تاریخ صفحہ ۱۹۰۔

خط صوری--یہ خط شہر صوؔر (Tyrian) میں ترقی پذیر ہوا۔ تقریباً دسویں صدی قبل مسیح سے سنہ عیسوی کے آغاز تک رائج رہا۔ جنگ ٹرائےؔ کے بعد فنیقی تاجروں نے اسکو یونان میں مروج کر دیا۔

خط صیدونی--۵۸۶ برس قبل مسیح کلدانی حکمراں بختؔ نصر نے صوؔر کو فتح کر کے پورا شہر مسمار کر دیا۔ اس طرح صیدوؔن صوؔر والوں کی ماتحتی سے آزاد ہو گیا۔ اس کے بعد دوبارہ اس شہر نے بڑی ترقی کی۔ ۳۳۰ برس قبل مسیح سکندر مقدونی نے فنیشیا کو فتح کیا تو صیدوؔن کو بھی زوال آ گیا۔ [1]

خط صیدونی —

خط صوری

آرامی رسم الخط

سام کے فرزند اور حضرت نوحؑ کے پوتے کا نام آرامؔ تھا۔ جن کی جانب متعدد قبائل منسوب ہیں۔ (عاؔد، ثمود، نبطی اور سبائی وغیرہ) یہ سب قبائل سامؔی ہیں جن کی زبان عربی سے قریب تر بتائی گئی ہے اور عربی زبان میں آرامؔی زبان کے بکثرت مادّے داخل ہیں۔ بہر حال آرامؔی ایک زبردست قوم تھی جن کی زبان اور رسم الخط ذاتی تھا۔

۵۸۶ برس قبل مسیح صوؔر کی بربادی کے بعد فنیقیوں پر زوال آ گیا اور جو تجارت خشکی کے راستہ سے ہوا کرتی تھی وہ آرامؔی (Arameans) قوم کے ہاتھ آ گئی۔ یہ قوم ملک شاؔم میں آباد تھی ان کا دار السلطنت دمشق تھا۔ تجارت کے سلسلہ میں آرامؔی قوم نے اپنا رسم الخط ہندوستان کی سرحد سے لیکر مصؔر تک پھیلا دیا تھا اور دجلؔہ و فراتؔ کی وادی (میسوپوٹامیہ) میں اشوریؔ خط کی جگہ لے لی تھی اور وہاں کے دفاتر کا کام اشوریؔ اور آرامؔی خط میں ہونے لگا تھا۔ [2]

---

1. فن تحریر کی تاریخ صفحہ ۱۹۶
2. العرب قبل الاسلام (جرجی زیدان) مطبوعہ مصر

فنیقی حروف تہجی

ا	A
ب	B
ج	G
د	D
ہ	H
و	V
ز	Z
ح	CH
ط	T
ی	I
ک	K
ل	L
م	M
ن	N
س	S
ع	AIN
ف	F
ص	TS
ق	Q
ر	R
ش	SH
ت	TH

سامی خط (خط آرامی) کی دو شاخیں بہت مشہور ہیں۔

۱-خط تدمُری-شہر تدمُر پالمائر کا رسم الخط۔

۲- خط نبطی-(Nabaten) بطرا والوں کا خط۔ **تدمُر**— جسے پالمیرا کہتے (Palmyra) ہیں یہ شہر صحرائے شام کے نخلستان کے قریب (تجارتی شاہراہ پر) واقع تھا۔ یہ راستہ شام سے عراق کو جاتا تھا۔ تجارت کی بدولت وہاں کے لوگ بہت مالدار ہو گئے تھے اور انھوں نے ایک آزاد شہری ریاست قائم کر لی تھی جسکی حکمراں ملکہ ذنوبیا کا نام بہت مشہور ہے۔ اس عورت نے دلیرانہ سلطنت روما کا مقابلہ کیا تھا۔ لیکن شکست کھائی اور تدمُر کا خوبصورت شہر صفحہ ہستی سے نابود ہو گیا۔ خط تدمُری مصری اور آرامی خط سے ماخوذ تھا۔

تدمُری کی دو قسمیں تھیں۔

۱- خطِ رواں--روز مرہ کی ضرورتوں میں استعمال ہونے والا خط۔ [۱]

حروف تہجی	سامی جنوبی ۱۶تا۱۳ ق.م	سامی شمالی	سامی شمالی
ا			
ب			
ج			
د			
ہ			
و			
ز			
ح			
ط			
ی			
ک			
ل			
م			
ن			
س			
ع			
ف			
ص			
ق			
ر			
ش			

تدمری

۱ فن تحریر کی تاریخ صفحہ ۱۷۵
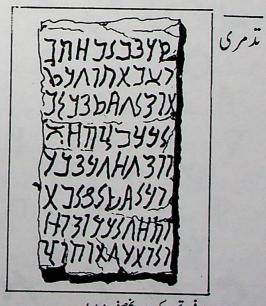
۲- خطِ آثاری-- یہ خط عمارتوں کے لئے مخصوص تھا اور آرائش کے لئے لکھا جاتا تھا۔ پھر شمالی عرب میں خط آرامی سے خط سبائی وجود میں آیا جس کا شمار ملک عرب کے بنیادی خطوط میں ہوتا ہے۔

خط آرامی

خط سبائی (شمالی عرب)

خطِ سبائی--خط سبائی سے تین جدید خطوط منظرِ عام پر آئے جو قبائل کی طرف منسوب تھے۔

۱-صفوی **۲-ثمودی** **۳-لحیانی** ان تینوں شاخوں کی تفصیل حسبِ ذیل ہے۔

۱-خطِ صفوی- صفاۃ دمشق کے جنوب مشرق اور جبل حوران کے درمیان ایک چٹانی علاقہ ہے یہاں سے ہزاروں کتبات پتھروں پر کندہ دریافت ہوئے ہیں جن میں قدیم ترین پانچویں صدی قبل مسیح کے ہیں اور جدید ۲۰۰ء کے ہیں۔ اسی مقام پر آرامی کتبے بھی ملے ہیں۔ قیاس یہ کیا جاتا ہے کہ یہ کتبات ان ثمودی قبائل کی یادگار ہیں جو چراگاہوں کی تلاش میں جبلِ صفا تک پہنچ گئے تھے۔

۲-خطِ ثمودی- ثمود عرب کی قدیم قوم تھی جسکی نافرمانیوں کا تذکرہ قرآن کریم میں موجود ہے۔ ثمود (Thamod) کے بارے میں تاریخ نویسوں کا اختلاف ہے کہ یہ قوم کس زمانہ میں گزری ہے۔ ۱۷۵۰ کتبات دریافت ہوئے ہیں قدیم کتبات پانچویں صدی قبل مسیح اور جدید ۴۴۰ء کے ہیں۔

قوم ثمود[۱] ثمود ابن کاثر (یا جاسر) بن ارم مقام حجر اور وادی القریٰ میں رہتا تھا یہ علاقہ حجاز و شام کے مابین تھا۔ ثمود اپنے قبیلہ کا مورث اعلیٰ تھا۔ اس کا قبیلہ اسی کے نام سے مشہور تھا۔ حضرت صالح (علیہ السلام) اس قوم کی طرف مبعوث ہوئے

[۱] مقدمہ ابن خلدون-جلد-۱-صفحہ ۳۹

تھے۔اس قبیلہ کے لوگ اپنے معاصرین کی طرح طویل القامت اور بڑی عمر والے تھے۔ پہاڑوں کو تراش کر بڑے عالیشان محلات میں رہتے تھے۔ اٹھارہ مربع میل میں یہ خاندان آباد تھا۔اللہ نے دولت ، قوت، حکمت اور ثروت سے مالا مال کیا تھا۔ اس علاقہ میں پانی کی سخت کمی تھی۔سوائے ایک چشمہ کے دوسرا کوئی تالاب نہ تھا۔سب سے پہلے جس نے بادشاہ کے لقب سے خود کو مشہور کیا وہ عابر ابن ثمود تھا۔یہ خاندان تین سو برس تک حکومت کرتا رہا۔نافرمانی اور بت پرستی کی وجہ سے پوری قوم بادصرصر کے شدید طوفان اور پہاڑوں کے ٹوٹنے اور ہوا کی سنگ باری سے ہلاک ہوگئی۔ [1] [2]

ثمودی کتبات (وادی القریٰ)

[1] مقدمہ ابن خلدون جلد-۱- صفحہ ۳۹ [2] العرب قبل الاسلام

صفوی خط کی ابجد یں

ا
ب
ج
د
ذ
ہ
و
ز
ح
غ
ط
ظ
ی
ک

ثمودی خط کی ابجد یں

ل
م
ن
س
ع
غ
ف
ص
ض
ق
ر
ش
ت
ث

بقلم سید احمد

قدیم ابجدیں

ماخوذ النجد	مربع عبرانی	سریانی	استرنجلو	کلدانی	سبائی
ا	א				
ب	ב				
ج	ג				
د	ד				
ہ	ה				
و	ו				
ز	ז				
ح	ח				
ط	ט				
ی	י				
ک	כ ך				
ل	ל				
م	מ ם				
ن	נ ן				
س	ס				
ع	ע				
ف	פ				
ص	צ ץ				
ق	ק				
ر	ר				
ش	ש				
ت	ת				

لحیانی کتبہ

خط لَحیانی شمالی عرب میں ایک قبیلہ بنی لحیان تھا۔ جسکی کنیت سے خط لحیانی مشہور ہوا۔ اس قبیلہ کے کتبات پانچویں صدی قبل مسیح سے دوسری صدی قبل مسیح تک کے مقام العلا میں دریافت ہوئے ہیں۔ لحیانی رسم کتابت کو جدید ویدآنی خط بھی کہا جاتا ہے۔

یمن کی تاریخ

ایک ہزار سال قبل مسیح یمن ایک اعلیٰ تہذیب کا مرکز تھا۔ اہل روم اسے ''زرخیز عرب'' (Arabia Felix) کہتے تھے۔ ملایا، ہندوستان اور مشرقی افریقہ کا مال یہیں سے ہو کر بحر روم سے ملحق شہروں کو جاتا تھا۔ یمن سے شام تک مشہور شاہراہ ''امام مبین'' پر اہلِ سبا کے تجارتی قافلوں کی آمد و رفت تھی۔ دونوں جانب خوبصورت بلسان اور دارچینی کے خوشبودار درختوں کا سایہ تھا اور قریب قریب فاصلہ سے حکومت سبا نے ان کے سفر کو آرام دہ بنانے کے لئے کارواں سرائے بنا رکھے تھے۔ جو ملک شام کے علاقہ تک پھیلے ہوئے تھے۔ ٹھنڈے پانی، میووں اور پھلوں کی افراط تھی۔ ہمسایہ قومیں رشک و حسد سے ان پر نگاہیں اٹھاتی اور حیرت و تعجب کے ساتھ اس عیش و عشرت پر انگشت بدنداں ہو جاتی تھیں۔[۱]

دورِ حاضر میں مستشرقین یورپ نے یمن کی جو تاریخ کتابت آثار قدیمہ سے مرتب کی ہے عربوں کی پچھلی تاریخوں سے زیادہ صحیح اور معتبر ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ یہاں وقتاً فوقتاً پانچ حکومتیں قائم ہوئیں جن میں سے تین کا تذکرہ حسبِ ذیل ہے۔

اول — **ملوك معين** دوم — **ملوك سبا** سوم — **ملوك حمير**

نسلی اعتبار سے تینوں ایک ہیں۔ البتہ انکی حکومتیں مختلف زمانوں میں رہی ہیں۔

۱— **حکومتِ معین** — (Minaean Kindom) ۷۰۰ قبل مسیح سے ۱۰۰ قبل مسیح تک۔

۲— **حکومتِ سبا** — (Sbaean Kindom) ۸۵۰ قبل مسیح سے ۱۱۵ قبل مسیح تک۔

۳— **حکومت حمیر** — (Himyarites Kindom) ۱۱۵ قبل مسیح سے ۵۲۵ء تک۔[۲]

[۱] قصص القرآن جلد سوم۔ صفحہ ۲۸۷۔ [۲] تحقیقات ماہر جلد۔۱

معین کسی قوم کا نام نہ تھا بلکہ ایک مستقل آبادی کا نام تھا۔ جو حضر موت اور سبا سے ملحق تھی۔ یہ تجارت پیشہ لوگ تھے جن کا سلسلہ یمن سے العلا تک پھیلا ہوا تھا۔ اہلِ معین کی زبان سبائیوں سے مشابہ تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اہلِ معین کی ابجد مسند حمیر کے نام سے آج تک مشہور ہے معینی زبان کے بیشتر کتبات ۸۰۰ قبل مسیح کے دریافت ہوئے ہیں۔

سبا کا دارالحکومت مآرب تھا اور اسکی ملکہ کو بلقیس کہتے تھے۔ ۹۵۰ برس قبل مسیح ملکہ سبا نے حضرت سلیمان (علیہ السلام) سے ملاقات کے بعد کچھ تحائف پیش کئے تھے۔ پوری قوم مشرک اور آفتاب پرست تھی۔ ملکہ سبا کا حضرت سلیمانؑ کے ہاتھ پر ایمان لانا تاریخ سے ثابت ہے۔ نافرمانی کی وجہ سے پوری قوم واقعہ سیل عرم سے تباہ ہو گئی[1]۔ آٹھویں صدی قبل مسیح کے سبائی کتبات دریافت ہوئے ہیں۔

حکومتِ حمیر (Himyarites)-- اہلِ حمیر نے ایک سو پندرہ برس قبل مسیح اہلِ سبا کو شکست دی۔ اس وقت سبا والوں کا مرکز ریدان تھا۔ چوتھی صدی عیسوی میں اہلِ حبشہ حمیر پر غالب آگئے اور جنوبی عرب میں اپنی حکومت قائم کرلی۔ ۵۷۵ء میں اہلِ فارس نے حبشہ والوں کو نکال کر باہر کر دیا اور اپنے گورنر مقرر کر دئے۔ ۶۶۲ء میں ظہور اسلام کے بعد جنوبی عرب سے ایرانی اقتدار ختم ہو گیا۔

طبقہ ثانیہ (حکومتِ حمیر)-- کا پہلا دور ۱۱۵ قبل مسیح سے اواخر ۳۰۰ء پر ختم ہو جاتا ہے۔ بادشاہ ملک سبا و ریدان ملوک حمیر کہے جاتے تھے۔ حمیری سنہ اگرچہ غیر معروف ہے لیکن ان کے ایک کتبہ میں حبش کے حملہ یمن اور ذونواس کی موت کا تذکرہ ہے اس کتبہ پر ۶۴۰ حمیری درج ہے۔

خط مسند حمیر — زمانہ دراز تک صوبہ حجاز میں موجود رہا اور قدیم عمارات کے کتبات اسی خط میں تھے اور خط حبشی بھی اس خط سے ماخوذ تھا۔ مسند حمیر کی کتابت کا طریقہ یہ تھا کہ ہر دو کلموں کے مابین (امتیاز کے لئے) ایک صفر بڑھا دیتے تھے تا کہ الفاظ (جملہ) باہم مخلوط نہ ہو جائیں۔ صفر لکیر کی شکل کا ہوتا تھا۔ مثلاً لا الہ الا اللہ اس طرح لکھیں گے۔[3]

لا | الہ | الا | اللہ

خط حبشی پانچویں صدی قبل مسیح جنوبی عرب کے بعض قبائل بحر قلزم کو عبور کر کے حبشہ پہنچ گئے اور انھوں نے

[1] قصص القرآن جلد سوم۔ صفحہ ۱۷۷۔ [3] تحقیقات ماہر بحوالہ شمس العلوم نشوان بن سعید الحمیری متوفی ۵۷۵

یمن کی قدیم حروف تہجی مسندِ حمیر

ا —
ب —
ت —
ث —
ج —
ح —
خ —
د —
ذ —
ر —
ز —
س —
ش —
ص —
ض —
ط —
ظ —
ع —
غ —
ف —
ق —
ک —
ل —
م —
ن —
و
ہ —
ی —

اپنی نوآبادی قائم کرلی قدیم حبشی خط کے بعض کتبات حبشہ کے پرانے دارالحکومت اقسوم (Axum) میں ملے ہیں۔ حبشہ کی زبان اور رسم خط دونوں سبائی تھے۔ حبشہ والوں نے بعد میں عیسائی مذہب قبول کرلیا اور اپنے رسم کتابت میں عہد نامہ قدیم کے کچھ صحائف نقل کئے۔

خط حبشی

قدیم عبرانی پہلے ابتدائی (قدیم) عبرانی خط کو فنیقی سے ماخوذ سمجھا جاتا تھا۔ لیکن اب ثابت ہوا ہے کہ یہ سامی خط سے ماخوذ ہے۔ کچھ ایسے کتبات دریافت ہوئے ہیں جنھیں عالم حضرت صالحؑ یا حضرت داؤدؑ کے زمانے (گیارہویں صدی قبل مسیح) کا بتاتے ہیں۔

جدید سینائی— اس سے مراد وہ نبطی خط ہے جس کا رواج پہلی صدی عیسوی میں ہوا تھا۔ سینائی کتبات چٹانوں پر کندہ دریافت ہوئے ہیں۔ خاص کر "وادی مکتب" جو نہر سوئیز سے ۷۵ میل کے فاصلہ پر ہے۔ یہ کتبات دوسری صدی سے پانچویں صدی عیسوی تک کے ہیں۔ اس تحریر کے حروف چوکور اور خط رواں کی طرف مائل نظر آتے ہیں۔ سینا کا نبطی خط عربی فنِ تحریر کی تاریخ میں اہمیت رکھتا ہے۔ ماہرین کا بیان ہے کہ سینائی خط عربی رسم کتابت کی بنیاد ہے[1]۔

مربع عبرانی ۔ ۵۳۹ قبلِ مسیح ایرانی حکمراں سائرس (Cyrus) خورس نے کلدانی سلطنت کا خاتمہ کردیا اور یہودیوں کو آزاد کرکے اپنے وطن بیت المقدس (فلسطین) جانے کی اجازت دیدی۔ اسیری سے واپسی کے بعد ان میں آرامی خط کا رواج ہوگیا تھا۔ اس کے بعد جدید خط عبرانی مربع (Square Hebrew) خط آرامی سے اخذ کیا۔ یہ خط عصر حاضر میں بھی یہودیوں میں مروج ہے۔

אבג
אבגד
אבגדהוזח

مربع عبرانی

[1] فن تحریر کی تاریخ صفحہ ۲۰۲

عربی	یونانی جدید	عبرانی	عبرانی قدیم	یونانی قدیم	صیدونی ۹۰۰ قبل مسیح	صوری
ا	A	الف	✗	≯	4	4
ب	B	بیط	9	6	9	9
ج	Γ	گیمل	∧	Γ	∧	
د	Δ	دالط	9	Δ	9	Δ
ہ	E	ھے	∃	∃	∃	
و		واو	Y	F	Y	
ز	Z	زین	I	I	I	I
ح	H	حیط	H	日	日	日
ط	Θ	طیط	⊕	⊗		
ی	I	یوو	Z	≷	Z	Z
ک	K	کاف	Y	K	Y	Y
ل	Λ	لائد	L	Λ	L	L
م	M	میم	y	M	y	m
ن	N	نون	ʃ	N	ʃ	ʃ
س	Ξ	سامک	≢	≢		≢
ع	O	عین	O	O	O	O
ف	Π	فے	ɔ	Γ	ɔ	
ص		صادے	M	M	M	
ق		قوف	Φ	Φ	Φ	Φ
ر	P	ریش	9	P	9	9
ش	Σ	شین	W	Σ	W	W
ت	T	تاؤ	✗	T	X	+

مربع عبرانی

خط کی کہانی تصویروں کی زبانی

	سبائی	فنیقی	سامی ۳۰۰ ق۔م	صفوی	قدیم سینائی
۱					
۲					
۳					
۴					
۵					
۶					
۷					
۸					
۹					
۱۰					
۱۱					
۱۲					
۱۳					
۱۴					
۱۵					
۱۶					
۱۷					
۱۸					
۱۹					
۲۰					
۲۱					
۲۲					
۲۳					
۲۴					
۲۵					
۲۶					
۲۷					

حروف کے نام

	عربی	عبرانی	یونانی	حبشی
ا	اِلف	اَلف	الفا	اَلف
ب	با	بیط	بِلیٹا	بیت
ج	جیم	گیمل	گاما	جیمل
د	دال	دالَط	ڈیلٹا	دیلت
ہ	ہا	ھے	ایپ	ھوئی
و	واؤ	واؤ	واؤ	واوے
ز	زا	زَین	زمیٹا	زائی
ح	حا	حیط	اِیٹا	حاوُط
ط	طا	طیط	تِھیٹا	طیط
ی	یا	یود	ایوٹا	یَمن
ک	کاف	کاف	کاپا	کاف
ل	لام	لائد	لائڈا	لاوے
م	میم	میم	مو	مائی
ن	نون	نون	نو	نماس
س	سین	سامک	سی	ست
ع	عین	عین	اومائکرون	عین
ف	فا	فے	پائی	ایف
ص	صاد	صادے	صان	صادائی
ق	قاف	قوف	کوپّا	قاف
ر	را	رئیش	رھو	ریس
ش	شین	شین	سگما	شاوت
ت	تا	تاؤ	تاؤ	تاوے

بقلم

خط سُریانی ۔ (Syriac) کو خط تدمُری سے ماخوذ مانا جاتا تھا۔ لیکن جدید تحقیقات سے ثابت ہوا ہے کہ یہ بھی خط آرامی سے ماخوذ ہے۔ سریانی خط سے حیری خط بہت مشابہ ہے۔ مورخین کا بیان ہے کہ جب سُریان میں عیسائی خاندان آباد ہوئے تو انھوں نے بغرض حفاظت اناجیل اربعہ کو اس خط میں منتقل کر دیا۔

الرسالہ الاولی للرسول یوحنا

الرسالہ الی فلیمون

یا ایہا الابناء اطیعوا اباکم فی ربنا۔

خط سریانی

نبطی ــــ مورخین عرب سب اس بات پر متفق ہیں کہ اہلِ نبط حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ کیونکہ حضرت اسمٰعیلؑ کے بارہ لڑکوں میں سے بڑے کا نام نابِط یا نبط تھا۔ چنانچہ ابن کثیر اپنی تاریخ میں نابط کے متعلق تحریر کرتے ہیں۔

" تمام حجازی عرب اور مکہ کے مختلف قبائل کا نسب حضرت اسمٰعیلؑ کے دو صاحبزادوں نابط اور قیدار پر ختم ہو جاتا ہے[1] اور حضرت اسمٰعیلؑ کے بعد ان کا جانشین نابط ہوا اور وہی تمام امور کا والی، حاکم مکہ، زمزم اور کعبہ کا متولی قرار دیا گیا۔ اور یہ بنی جرہم کا بھائی تھا۔ پس بنی جرہم اس تعلق کی وجہ سے عرصہ دراز تک مکہ پر حاکم اور قابض رہے اور اطراف مکہ پر انھیں کی حکومت قائم رہی۔ مدتِ دراز کے بعد نابط کی پانچویں پشت میں ایک شخص مضاض نے مکہ پر دوبارہ حکومت کی اور بیت اللہ کی تولیت کو بنی جرہم کے قبضہ سے نکال کر اپنے ہاتھ میں لے لی۔"

مکہ کی حکومت چھن جانے کے بعد نبطی لوگوں نے تقریباً ۸۵ قبل مسیح بذریعہ فوج کشی دمشق پر قبضہ کر لیا تھا۔ اس کے بعد سلع، بادیہ عمان اور بصریٰ کے راستوں پر بھی قابض ہو گئے تھے اس کے بعد بصریٰ تجارتی مرکز بن گیا۔

نبطی لوگ آرامی تہذیب سے بیحد متاثر ہوئے اور انھوں نے ایک جدید تہذیب اور تمدن کی بنیاد ڈالی۔ مدائن صالح اور

---

[1] مصور الخط العربی صفحہ ۳۰۴ - تاریخ لغات السامیہ

سلع کی عالیشان عمارتوں کے آثار اسی نئی تہذیب کا بے مثال نمونہ ہیں۔

نبطی لوگوں نے تجارتی لین دین کی غرض سے علم الکتابت کی ضرورت محسوس کی آخر کار آرامی خط اپنالیا اور گفتگو کا لہجہ عربی برقرار رکھا۔ ابتدائی آرامی خط غیر مہذب تھا۔ انھوں نے اس خط کے سنوارنے میں بڑی کوشش کی اور حروف کی نئی شکلیں ایجاد کیں اور اس اصلاح شدہ خط کا نام نبطی رکھا۔ جو اسی نام سے مشہور ہو گیا۔ اس خط کی ساخت مربع نما تھی۔ اور آرامی خط سے مشابہ تھا اور دوائر مدوّر ہونے کی وجہ سے آرامی خط سے دور بھی تھا جیسا کہ حوران میں ام الجمال کے کتبہ سے ظاہر ہوتا ہے [1]۔

The towering Obelisk Tomb, one of Petra's outer monuments
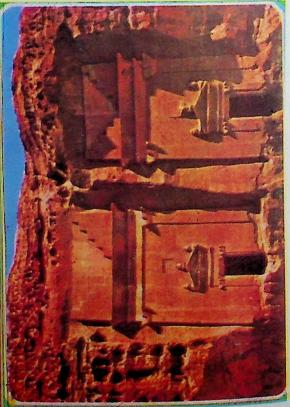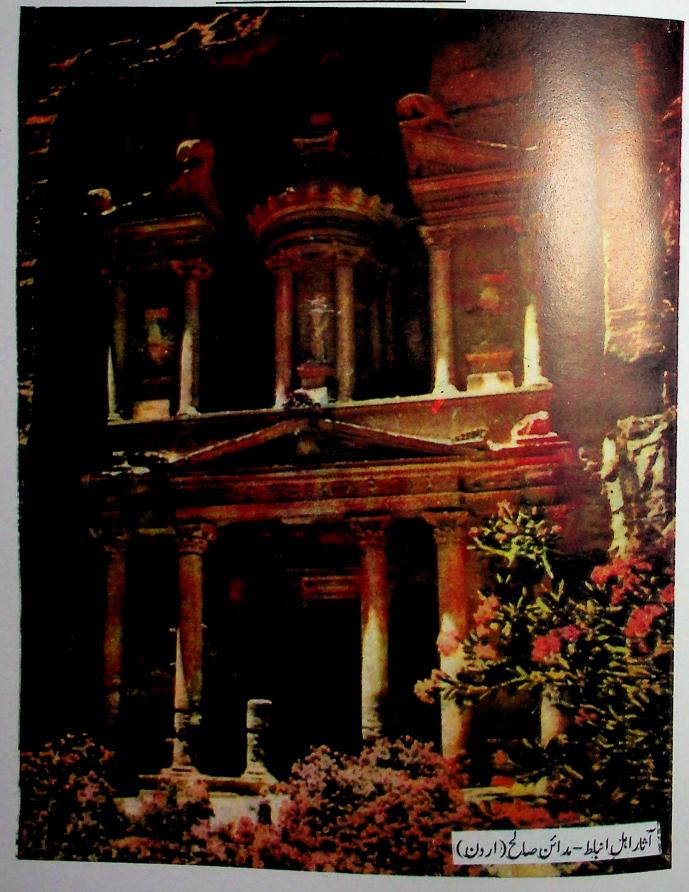
نبطی آثار

نبطی آثار

[1] مصور الخط العربی صفحہ ۳۰۴ - تاریخ لغات السامیہ

آثار اہل انباط - مدائن صالح (اردن)

اہل نبط کے تجارتی قافلوں کے مقامات

کتبہ قبر فہر
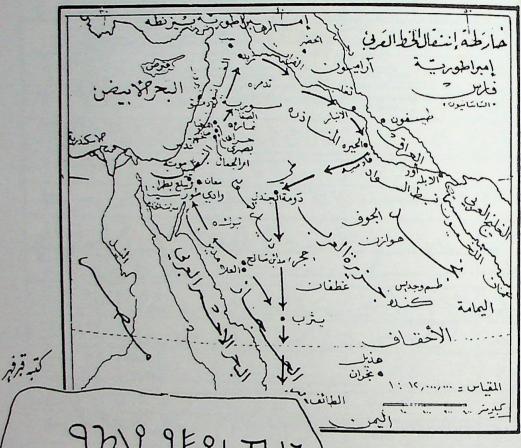
کتبہ قبر فہر — ام الجمال اول _ قبل از اسلام ۱۰۶ء

کتبہ قبر امرؤ القیس — دوسرا نبطی کتبہ نقشِ النمارہ کے نام سے مشہور ہے۔ یہ ملک شام کے قصر ابیض سے دریافت ہوا ہے۔ یہ کتبہ مشہور شاعر امرؤالقیس کی قبر کا ہے اس پر تاریخ ۳۲۸ء کندہ ہے۔

کتبہ قبر امرؤالقیس

نقشِ زبد۔ قدیم عربی کتبہ جس پر تاریخ کتابت ۵۱۱ء کندہ ہے حلب کے قریب مقام زبد میں دریافت ہوا ہے۔

یہ سریانی یونانی اور عربی تین خطوط میں لکھا ہوا ہے۔
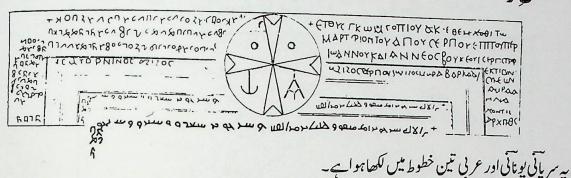
نقشِ حران[۱]۔ یہ کتبہ جبل دروز کے شمالی علاقہ میں حران کے گرجا کے دروازہ پر یونانی اور عربی قدیم میں کندہ ہے تاریخ کتابت ۵۲۸ء درج ہے۔ مستشرقین کا بیان ہے کہ اس کتبہ کا تعلق امیر کندہ کے عہد سے ہے۔

نقشِ ام الجمال ثانی ۔ ام الجمال کے مقام پر یہ دوسرا کتبہ دریافت ہوا ہے۔ یہ نبطی خط کی آخری ترقی یافتہ اور دور جاہلیت کی ابتدائی شکل ہے۔ نقشِ ام الجمال کی تحریر سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسکی رسم کتابت دو قسم پر ہے۔ اول مقور (دوائر آمیز حروف) دوم مبسوط (پھیلا ہوا خط) پہلی طرز کے حروف مربع نما ہیں اور دوسرے حروف مائل بہ کشش۔ یہ رسم کتابت خط سینائی (شامی) سے متاثر ہے اس قسم کی تحریریں دور بنو امیہ کے آثاری کتبات میں نظر آتی ہیں۔[۱]

نقش ام الجمال ثانی

[۱] مصور الخط العربی (طبع بیروت)

اوائل اسلام میں عربی رسم الخط

تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ شمالی عرب کے

رسم الخط نے چند صدی کے اندر اندر کس قدر ترقی کی آخری کتبہ ام الجمال ظہور اسلام کے رسم کتابت کے بالکل قریب پہنچ گیا تھا۔ اسلام سے قبل مکہ میں لکھنے پڑھنے کا کافی رواج تھا۔ کیونکہ مکہ اس وقت تجارتی مرکز تھا۔ اور تہذیب کے اعتبار سے بھی بلاد عربیہ میں ممتاز حیثیت حاصل تھی۔ اس وقت مکہ میں سترہ اشخاص لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ ان کے علاوہ سات عورتیں بھی کاتبہ تھیں۔[1]

عہد نبوت کا عرب

خط کشیدہ الفاظ مقامات کے نام ہیں باقی قبائل کے نام ہیں

[1] مصور الخط العربی (ناجی زین الدین) بغداد صفحہ ۳۰۵ صبح الاعشیٰ جلد ۲۔ صفحہ ۱۵

کاتبین وحی۔ جب قرآن پاک نازل ہونا شروع ہوا تو کتابت وحی کے لئے کاتبوں کی ضرورت پیش آئی اس وقت قریش میں سولہ اشخاص لکھنا جانتے تھے۔ انھیں کاتبین میں سے ایک جماعت وحی (قرآن) کی کتابت کے لئے منتخب کی گئی جو خاص اہتمام سے نازل شدہ آیات کی کتابت کرتی تھی۔

فتح مکہ سے قبل اُبی بن کعبؓ کے ذمہ کتابت وحی کا کام تھا۔ آپ دربارِ رسالتؐ کے خطوط بھی لکھا کرتے تھے۔ یہ پہلے کاتب ہیں جنھوں نے اپنی تحریر کے نیچے اپنا نام لکھنا شروع کیا۔ ان کے علاوہ زید ابن ثابتؓ وحی کی کتابت کے لئے ہمیشہ ساتھ رہا کرتے تھے۔[۱]

ہڈیوں پر کتابت — بخاری میں روایت ہے کہ جب قرآن کریم کی یہ آیت (لا یستوی القاعدون) نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ فلاں کاتب کو بلاؤ وہ شخص مع قلم دوات اور شانے کی ہڈی یا کسی قسم کی تختی کے ساتھ حاضر ہوئے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا، اس کو لکھو۔

کتابت بسم اللہ۔ حضرت خالد بن سعید بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی فرماتی ہیں سب سے پہلی بسم اللہ میرے والد نے ربیع اوّل ۲ھ میں لکھی تھی۔[۲]

پہلی وحی

بسم اللہ۔ فرامین رسالتؐ

کاتبین وحی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتبین وحی کی تعداد مختلف روایات کے مطابق کم و بیش چالیس تھی۔[۳]

---

۱ ۲ ۳ تاریخ الخط العربی۔ البلاذری جلد سوم، مناہل العرفان فی علوم القرآن

زمانہ رسالت کے رسم الخط- علامہ ابن ندیم نے (الفہرست میں) محمد بن اسحق کے حوالہ سے لکھاہے کہ حجازی عرب کے اوّل رسم کتابت کا نام مکّی ہے اور دوسری طرزِ کتابت کا نام مدنی ہے۔ یہ دونوں رسم خط اپنی نوع کے لحاظ سے تقریباً یکساں تھے۔ کچھ وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ خط مکّی کے الف داہنے ہاتھ کی طرف خمیدہ ہوتے تھے اور الف کے نیچے کی نوک اوپر کی جانب مائل ہوتی تھی۔ اسکی شکل کسی انسان کے پہلو کے بل لیٹنے کی طرح ہوتی تھی۔ [1]

چمڑے اور پوست آہو پر کتابت قرآن و فرامین رسالتؐ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد کے اوراق وحی اور تبلیغی فرامین جو جزیرۃ العرب سے متصل حکمرانوں کے نام لکھوائے تھے وہ سب چمڑے پر تھے۔ یہ خطوط ہرقل (والی روم)، کسریٰ (والی ایران)، مقوقس (حاکم مصر)، نجاشی (شاہ حبش) اور دیگر سلاطین جو بھی کسی کے زیر اقتدار تھے۔ جیسے قبیلہ غسان کے بادشاہ کو شام میں، منذر بن ساوی کو بحرین میں اور شاہان عمان اور یمن وغیرہ کو۔

بعض مکتوبات رسالت (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بطور وراثت کچھ نسلوں نے محفوظ کر رکھا ہے جن کا ذکر مختلف کتابوں میں ملتا ہے۔ علامہ ابن ندیم نے لکھا ہے کہ میں نے مدینہ منورہ کے کتب خانہ میں حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی دستاویزات (جو امن اور معاہدے کے سلسلہ میں لکھی گئی تھی) دیکھی ہیں اور اس کے علاوہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب کے کچھ خطوط بھی دیکھے ہیں۔ [2]

مکتوب رسالتؐ بنام مقوقس [3] نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مکتوب جریج بن متّی کے نام روانہ فرمایا تھا جس کا لقب مقوقس تھا۔ یہ مصر اور اسکندریہ کا حکمراں تھا۔ یہ مکتوب گرامی صدیوں عوام کی نظروں سے پوشیدہ رہا۔ ایک فرانسیسی سیاح نے (مصر کے سفر کے دوران) خمیم کے گرجا گھر کے راہب سے یہ مکتوب گرامی خرید لیا اور ترکی کے سلطان عبدالمجید خاں مرحوم آخری تاجدار دولت عثمانیہ کے پاس ہدیۂ پیش کرنے کا اعزاز حاصل کیا۔ سلطان مرحوم نے باادب ایستادہ ہو کر اس نادر المثال مکتوب مبارک کو قبول فرما کر تبرکات نبوی میں شامل کر لیا۔ مکتوب گرامی متحف طوب قبو (سرائے استنبول) میں محفوظ ہے

---

[1] [2] تاریخ الخط العربی (طبع بیروت) [3] الرحیق المختوم ص ۵۵۸

مکتوب رسالت بنام مقوقس
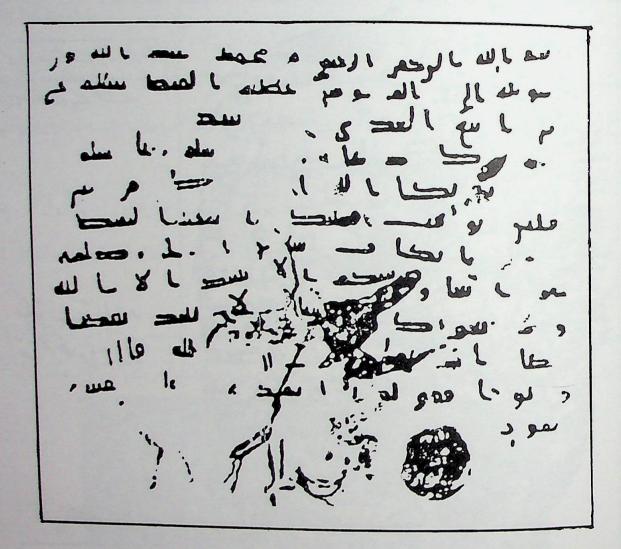
مکتوب رسالتؐ بنام خسرو پرویز[1] - نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خط شاہِ فارس کسریٰ (خسرو پرویز) کے نام روانہ کیا تھا۔ اس خط کو لیجانے کے لئے حضرت عبد اللہ بن حذافہ سہمی کا انتخاب عمل میں آیا۔ آپؐ نے مکتوب گرامی سربراہ بحرین کے حوالے کیا۔ تاریخ سے یہ نہیں معلوم ہوا کہ سربراہِ بحرین نے کسی اپنے آدمی کے ذریعہ یہ خط کسریٰ کے پاس پہنچایا یا خود حضرت عبداللہ بن حذافہ کو روانہ کیا۔

[1] الرحیق المختوم صفحہ ۵۵۳

جب یہ نامۂ رسالتؐ کسریٰ کو پڑھ کر سنایا گیا تو اس نے بحالت غیض و غضب اس مکتوب گرامی کو چاک کر دیا اور نہایت متکبرانہ انداز میں بولا :
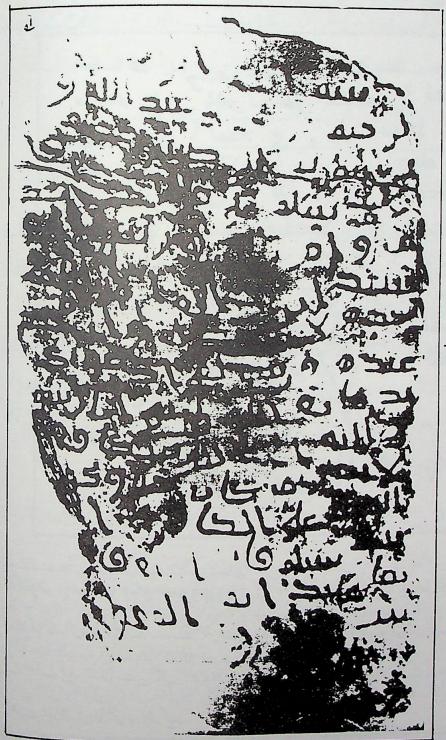
”میری رعایا میں سے ایک حقیر غلام اپنا نام مجھ سے پہلے لکھتا ہے۔“

مکتوب رسالتؐ بنام خسرو پرویز
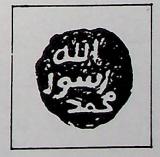
عکس انگشتری نبوت

ل تاریخ الخط العربی (طبع بیروت) صفحہ ۳۳

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس واقعہ کی خبر ہوئی تو آپ ؐ نے فرمایا: "اے اللہ اسکی بادشاہت کو پارہ پارہ کر دے۔" پھر وہی ہوا جیسے آپ ؐ نے فرمایا تھا۔ خود خسرو پرویز کے گھرانے کے اندر اس کے خلاف بغاوت کا ایک زبردست شعلہ بھڑک اٹھا۔ اور خود اس کے بیٹے شیرویہ نے اپنے باپ کو قتل کر کے تخت و تاج پر قبضہ کر لیا۔[1]

مکتوب رسالت بنام منذر بن ساوٰی — نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خط منذر بن ساویٰ حاکم بحرین کے پاس بھیج کر اسے اسلام کی دعوت دی۔ اس خط کو علا بن الحضرمی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں روانہ فرمایا۔ منذر بن ساویٰ نے اس خط کا جواب حضور ؐ کی خدمت اقدس میں روانہ کیا جو حسبِ ذیل ہے:

امابعد! اے اللہ کے رسول ؐ آپ کا خط اہلِ بحرین کو پڑھ کر سنادیا۔ بعض لوگوں نے اسلام کو محبت اور پاکیزگی کی نظر سے دیکھا اور حلقہ بگوش اسلام ہو گئے اور بعض نے ناپسند کیا۔ میری زمین میں یہود اور مجوس بھی ہیں للہذا اس بارے میں کیا حکم ہے۔[2]

مکتوب رسالت ؐ قیصر روم کے نام - ان مکتوبات رسالت ؐ کے علاوہ قیصر شاہ روم کے نام دحیہ بن خلیفہ کلبی کا انتخاب ہوا۔ آپ ؐ نے انھیں حکم دیا کہ وہ یہ خط سربراہ بصریٰ کے حوالے کر دیں اور وہ اسے قیصر کے پاس پہنچادے گا۔
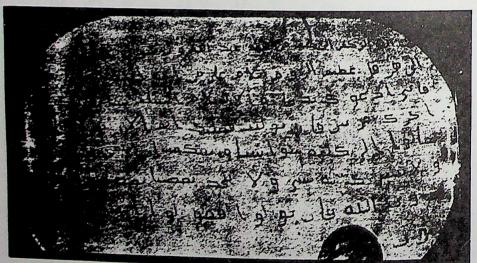
قیصر نے اس نامہ مبارک کو پڑھوا کر سنا اور بڑا متاثر ہوا۔ اور دحیہ کلبی کو مال و دولت اور قیمتی پارچہ جات سے نوازا اور کہا:

---

[1] الرحیق المختوم صفحہ ۵۵۸۔ [2] مکتوب گرامی خزانہ ہنری فرعون (بیروت) میں محفوظ ہے اور ۱۹۶۲ء میں منظر عام پر آیا ہے۔ مکتوب کے کسی حصے میں انگشتری نبوت کی جھلک نہیں جبکہ دوسرے مکتوبات میں نمایاں ہے۔ (تاریخ الخط العربی طبع بیروت ۱۹۷۲ء)
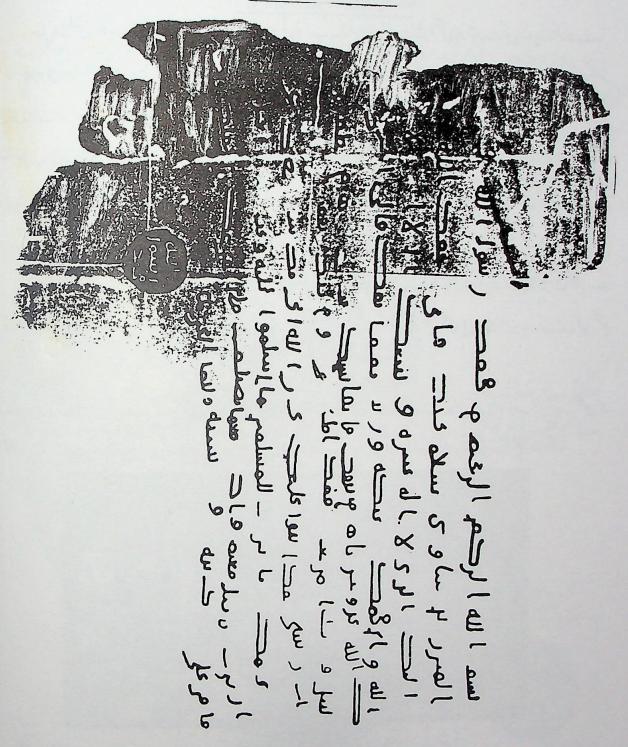
مکتوب رسالتؐ۔ منذر بن ساویٰ

"جو کچھ تم نے بتایا ہے اگر وہ صحیح ہے تو یہ شخص بہت جلد اس جگہ کا مالک ہو جائے گا۔ میں جانتا ہوں کہ ایک نبی آنے والا ہے لیکن میرا یہ گمان نہ تھا کہ وہ تم میں سے ہوگا۔ اگر مجھے یقین ہوتا کہ میں اس کے پاس پہنچ سکوں گا تو اس سے ملاقات کی زحمت اٹھاتا اور اگر اس کے پاس ہوتا تو اس کے پاؤں دھو کر پیتا۔"

ان مکتوبات کے علاوہ — شاہ نجاشی (اصحمہ بن ابحر شاہ حبش) ہوذہ بن علی (صاحب یمامہ)، حارث بن ابی شمر غسانی (حاکم دمشق) جیفر اور عبد ابن جلندی (شاہ عمان) وغیرہ — متذکرہ بالا تمام مکتوباتِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم چمڑے کے ٹکڑوں پر تھے۔[1]

زمانہ رسالت میں اشیاء کتابت

دورِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں چونکہ کاغذ نہ تھا اس لئے کتابت حسبِ ذیل اشیاء پر کی جاتی تھی۔

پوست آہو (ہرن کی جھلی) چمڑے کے ٹکڑے، شانہ کی ہڈیاں، پتھر کی پتلی تختیاں اور کھجور کی چوڑی پتیاں وغیرہ۔

عہد نبوت کے مختلف کتبات جن کو محمد حمید اللہ نے جبل سلع کی کھدائی کے دوران دریافت کیا ہے یہ تحریریں کچھ تو پتھروں پر کندہ ہیں اور کچھ چمڑے کے ٹکڑوں اور باریک پوست آہو پر لکھی ہوئی ہیں[2]۔

کتبات جبل سلع ابن حزم کی تحقیقات کے مطابق یہ کتبات غزوہ خندق کے زمانہ (۵ھ) کے ہیں۔ سب سے پہلے جس پتھر کو دریافت کیا تھا اس پر کاتب کا نام "انا بن ابی طالب" کندہ ہے اور دوسرے پتھر پر یہ عبارت کندہ ہے:

"امسح و اصبح عمر و ابوبکر یتوبان الی اللہ من کل ما یکرہ" "یعنی عمر و ابوبکر ہر اس چیز سے توبہ کرتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ ناپسند کرتا ہے۔" یہ تحریر حضرت عمرؓ کے ہاتھ کی پتھر پر کندہ ہے۔[3]

خلفاء راشدین اور فن کتابت

تاریخی ذرائع سے معلوم ہوتا ہے کہ بشر بن عبد الملک کندی سے سب سے پہلے جن مردوں نے فن کتابت حاصل کیا ان میں حضرت عمر فاروقؓ، عثمان بن عفانؓ، علی بن ابی طالبؓ، عبد اللہؓ، ابو عبیدؓ اور معاویہ بن ابی سفیان شامل ہیں۔

اور عورتوں میں شفا بنت عبد اللہ العدویہ ان سے حضرت حفصہ (ام المومنین رضی اللہ عنہا) نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے فنِ کتابت حاصل کیا۔[4]

---

[1] الرحیق المختوم ص ۵۵۸ تا ۵۶۲ [2] رق الغزال (ہرن کی جھلی) — [3] [4] تاریخ الخط العربی (طبع بیروت) صفحہ ۷۸۔

کتابت جبل سلع بہ عہد خلفاء راشدین (مدینہ منورہ)

۔ کتابات منقورۃ فی جبل سلع فی المدینۃ المنورۃ من عہد الخلفاء الراشدین ۔

خط کوفی - اور اس کا رواج

۱۷ھ مطابق ۶۳۸ء میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے حکم سے حضرت سعد ابن وقاصؓ نے کوفہ کو فتح کر کے اسلامی مملکت میں داخل کر لیا۔ کوفہ سے چند میل کے فاصلہ پر ایک قدیم ترقی یافتہ شہر حیرہ تھا۔ جہاں نعمان بن منذر کے عالیشان محلات بنے ہوئے تھے۔ حیرہ میں عیسائی سریانی خاندان آباد تھے۔ ان میں سریانی سطرنجیلی اور گرشونی خط (قریش کا رسم کتابت) کا عام رواج تھا۔ فاتح عربوں نے اس رسم کتابت کے ترقی یافتہ نمونوں کو دیکھا جو حیرہ اور کوفہ میں مروج تھے۔ حجازی عربوں نے اپنی قدیم مکی اور مدنی روش کے ساتھ ساتھ سریانی خط کے اصول کو پیشِ نظر رکھ کر ایک جدید خط ایجاد کیا جو خط کوفی کے نام سے موسوم ہوا[1]

۱ تاریخ الخط العربی (طبع بیروت)

خلافتِ عثمانی میں اشاعتِ قرآن

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ حضرت حذیفہؓ آرمینیہ اور آذربائجان کے غزوات سے واپس ہو کر حضرت عثمانؓ بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا لوگوں میں قرآت قرآن کا بہت اختلاف ہے قبل اس کے کہ لوگ یہود اور نصاریٰ کی طرح گمراہ ہوں آپ اسکی تلافی کا انتظام کر دیں۔ حضرت عثمانؓ نے حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا کے پاس پیغام بھیجا کہ وہ صحیفہ میرے پاس بھیج دیں جو سیدنا ابو بکر صدیقؓ کے عہد میں مدون ہوا تھا تاکہ میں اس سے کچھ نقلیں تیار کراؤں۔ پھر میں آپ کو واپس کر دوں گا۔
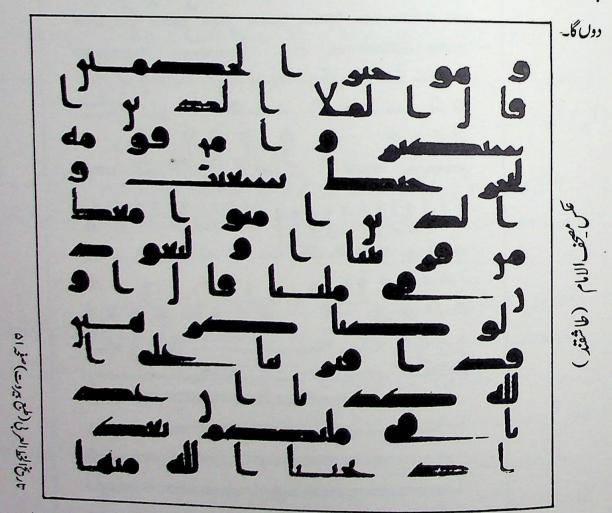
عکس مصحف الامام (طاشقند)

تاریخ الخط العربی (طبع بیروت) صفحہ ۵۱

چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ۲۵ھ میں حضرت زید ابن ثابتؓ، عبد اللہ بن زبیرؓ، سعید بن العاصؓ اور عبد الرحمٰنؓ بن

اشکال الحروف مصحف طاشقند

حارث بن ہشام کو اس خدمت کے لئے مامور فرمایا۔ ان حضرات نے عہد صدیقی کے جمع شدہ مصحت سے ایک دوسرا بڑے سائز کا مصحف نقل کیا۔ اسکی سورتوں کو طول و اختصار کی مناسبت سے ترتیب دیا۔ اور زبانوں سے لغت قریش پر قناعت کی۔ کیونکہ قرآن کریم کا نزول قریشی زبان میں ہوا تھا۔ پھر اس مصحف سے مزید سات نسخے نقل کرنے کا حکم دیا۔ تکمیل کتابت کے بعد مصاحف کی ایک ایک جلد ان ممالک میں بھیج دی گئی۔ مکہ، شام، یمن، بحرین، بصراء، کوفہ اور ایک نسخہ اپنی تلاوت کے لئے مدینہ منورہ روک لیا۔ جو ام القرآن یا مصحف الامام کے نام سے موسوم ہوا۔

مصحف عثمانی مدینہ منورہ

۱۸ر ذی الحجہ ۳۵ھ کو بے رحم بلوائی دیوار پھاند کر گھر میں گھس گئے۔ کنانہ بن بشیر نے آتے ہی حضرت عثمانؓ پر تلوار کا وار کیا۔ حضرت نائلہ (آپ کی زوجہ) نے تلوار کے وار کو اپنے ہاتھ پر روکا۔ انکی انگلیاں کٹ کر الگ جاگریں اور دوسرے وار میں آپ کو شہید کر ڈالا۔

ام القرآن

محققین کا اس پر اتفاق ہے کہ مصحف طاشقند ہی ام القرآن ہے جسکی تلاوت کے دوران حضرت عثمانؓ شہید ہوئے تھے۔ شہادت کے بعد یہ مصحف بغداد کیسے پہنچا تاریخ خاموش ہے۔ امیر تیمور کو بغداد کی تباہی کے بعد مال غنیمت میں ہاتھ لگا تھا وہ اس کو دوسری کتابوں کے ساتھ طاشقند لے گیا۔ [1]

مصحف سفید رق الغزال پر لکھا ہوا ہے ہر صفحہ کا طول اسی سنٹی میٹر اور عرض ساٹھ سنٹی میٹر ہے۔

مصحف عثمانی مشہد حسینی قاہرہ۔ یہ مصحف پوست آہو پر لکھا ہوا ہے اور ہر صفحہ میں گیارہ سطریں ہیں۔ علامات اعراب و نقاط کسی سطر میں نہیں ہیں۔ اس مصحف کی کتابت ترقی یافتہ روش پر کی گئی ہے جو قلم عثمانی کے نام سے موسوم تھی۔ اور زمانہ دراز تک اس روش پر مصاحف کی کتابت ہوتی رہی۔

مصحف عثمانؓ استنبول یہ مصحف آثار الاسلامیہ (استنبول) میں محفوظ ہے۔ اسکا نمبر ۴۵۷ ہے۔ مجموعی صفحات ۱۸۳ ہیں۔ کہیں کہیں علامات اعراب بشکل گول نقطہ نظر آتے ہیں [2]۔

---

[1] تاریخ الخط العربی (طبع بیروت) رق الغزال۔ ہرن کی جھلی [2] تاریخ الخط العربی صفحہ ۶۴ تا ۶۶ (طبع بیروت)

مصحف عثمانی - مشہد حسینی قاہرہ

تاریخ الخط العربی (طبع بیروت) صفحہ ۵۴
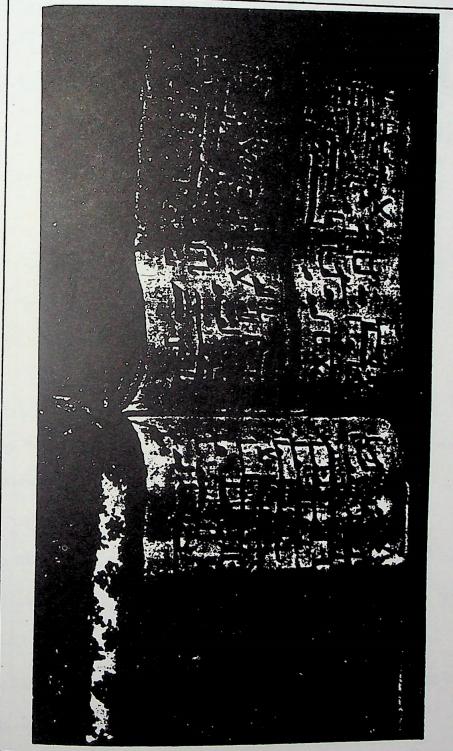
مصحف عثمانی۔استنبول
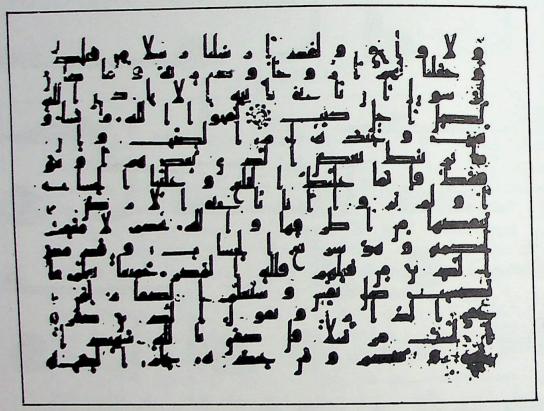
مصاحف منسوب بہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ

حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کے دست مبارک سے کتابت شدہ مصاحف کتب خانوں، عجائب گھروں اور مساجد میں آج تک محفوظ ہیں چند کا تذکرہ حسبِ ذیل ہے:

ورق مصحف روضہ حیدریہ نجف

اس ورق کی کتابت حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منسوب ہے۔ سورۃ البروج کی ابتدائی آیات لکھی ہوئی ہیں۔ پوست آہو کا یہ ورق خزانہ حیدریہ (نجف) میں ایک ٹرے میں رکھا ہوا ہے۔ [1]

---

[1] مصور الخط العربی صفحہ ۳۔ مطبوعہ بیروت۔

سورۃ البروج ـ عبادت متن ـ بسم اللہ الرحمن الرحیم ـ والسماء ذات البروج ۰ و لیوم الموعوده و شاہد

محفوظ ـ خزانہ حیدریہ نجف
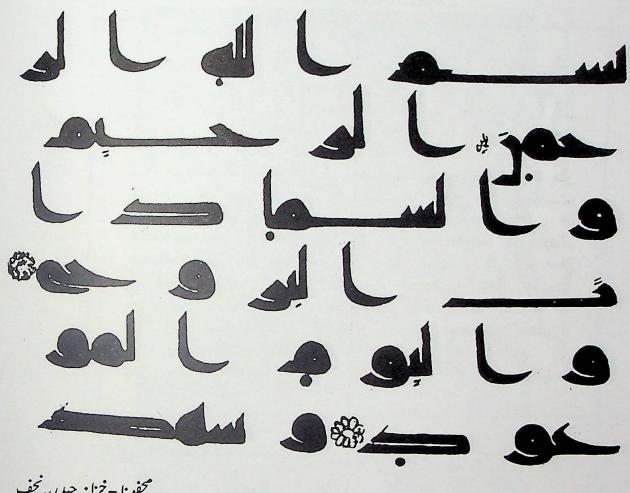
مصحف طوب قبو-۱

اسکی کتابت حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منسوب ہے اور طوب قبو[1] میں محفوظ ہے یہ مصحف رق الغزال (پوست آہو) پر لکھا ہوا ہے۔ ورق کا طول ۲۵ سنٹی میٹر اور عرض ۱۸ سنٹی میٹر ہے۔ مصحف کے آخری حصے کو کسی دوسرے کاتب نے ۳۰۷ھ میں لکھ کر مکمل کر دیا ہے۔

اس مصحف میں حرکات اعراب بھی نظر آتی ہیں اور آیات کے آخر میں نقطوں کے ذریعہ دائرہ بنا ہوا ہے۔ اس مصحف

[1] طوب قبو (ٹوپ کافی) استنبول کی ایک سرائے کا نام

میں جو اوراق زیادہ ہیں وہ سبز اور سرخ رنگ کے نقطوں سے مزین ہیں۔ تمام سورتوں کے نام سنہرے ہیں۔ مجموعی اوراق ۳۴۴ ہیں اس مصحف پر بطور ملکیت نمبر 25-E-H درج ہے۔[1]
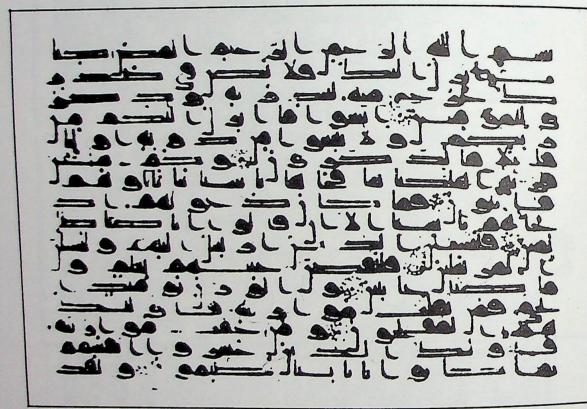
مصحف طوب قبو۔۱

مصحف طوب قبو۔۲

اس مصحف کی کتابت حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منسوب ہے۔ ورق کو دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس صفحہ کو لکھنے کے بعد محو کر کے دوبارہ لکھا گیا تھا۔ یہ مصحف بھی رق الغزال پر ہے۔ صفحہ کا طول ۱۸ سینٹی میٹر اور عرض ½۱۲ سینٹی میٹر ہے۔ مجموعی اوراق ۱۴۷ ہیں۔ صفحہ آخر کی آخری سطر پر یہ عبارت لکھی ہوئی ہے:

"کتبہ علی ابن ابی طالب" پورا مصحف بغیر نقاط ہے اور سبز رنگ سے مزین ہے۔ مصحف کا ملکیت نمبر 36-E-H-29 ہے۔ اس کا خط پہلے مصحف سے بدلا ہوا ہے۔[2]

---

[1]-[2] تاریخ الخط العربی صفحہ ۶۴ تا ۶۶ (طبع بیروت)

مصحف طوب قبو-۲

بسم اللہ منسوب بہ حضرت علی کرم اللہ وجہ

یہ مصحف[۱] بھی رق الغزال پر لکھا ہوا ہے اور بغیر نقاط ہے۔ انداز کتابت بالکل سادہ ہے اور نہ ہی آیات کے نشانات۔ اس سادگی کی وجہ سے انداز تحریر واضح طور پر سامنے آجاتا ہے۔ ۱۰۸ھ میں شاہ عباس صفوی نے اس نادر تحفہ کو خزانہ امام الرضاؑ کے لئے وقف کر دیا تھا۔ صفحہ اول پر لکھا ہے۔ "کتبہ علی ابن ابی طالب"

۱؎ تاریخ الخط العربی۔ مطبوعہ بیروت صفحہ ۷۶
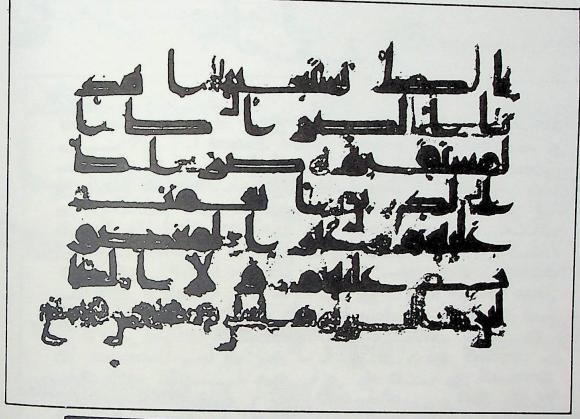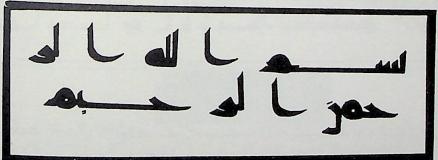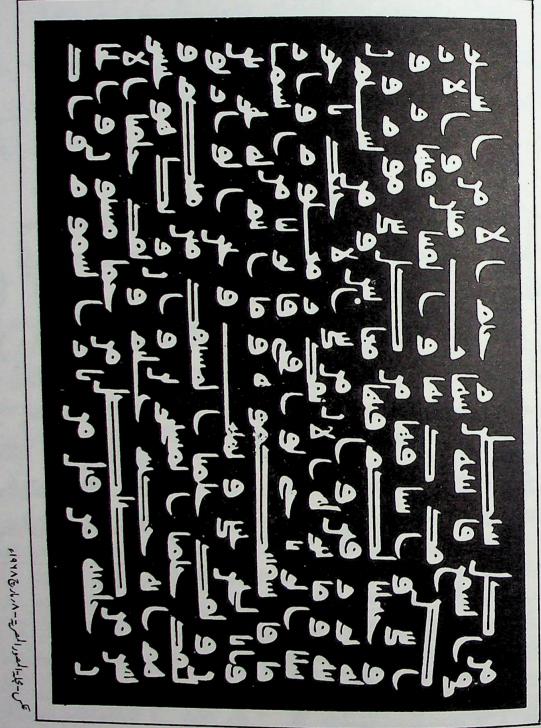
ورق مصحف ۔ منسوب بہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ______ محفوظ ۔ خزانہ امام الرضا

مصحف حضرت علی۔ روضہ حیدریہ نجف

اس مصحف کی کتابت بھی حضرت علی ابن ابی طالب (کرم اللہ وجہہ) کی طرف منسوب ہے رق الغزال پر لکھا ہے اور ناتمام ہے۔ ایک صفحہ میں نو سطریں ہیں۔ صفحات میں علامات حرکات نظر آتی ہیں۔ آیات کے اختتام پر تین بڑے نقطہ علامات کے طور پر موجود ہیں۔ یہ مصحف مدینہ کے مصحف الامام کے مطابق لکھا ہوا ہے۔[1]

اس مصحف کی کیفیت معلوم نہ ہو سکی
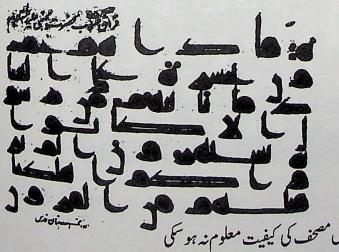
١ - لا اسطير الاولين
٢ - ولئك الذين حق عليهم
٣ - القول في أمم قد خلت
٤ - من قبلهم من الجن والانس
٥ - انهم كانوا خسرين
٦ - ولكل درجت
٧ - مما عملوا وليوفيهم ا
٨ - علمهم وهم لا يظلمون
٩ - ويوم يعرض الذ

(سورة الاحقاف ٤٦ ، الآية ١٧ - ٢٠)

[1] (تاریخ الخط العربی۔ صفحہ ۷۴-۷۵)

مصحف منسوب بہ امام المتقیان حضرت علی کرم اللہ وجہہ

رضالائبریری رامپور

رامپور رضا لائبریری میں محفوظ اس مصحف نادرہ کی کتابت حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منسوب ہے۔ پتلی کھال پر لکھا ہوا ہے۔ علامات حرکات بھی موجود ہیں ہر صفحہ میں پندرہ سطریں ہیں۔ ہر صفحہ کا طول ۲۸/۷ سنٹی میٹر اور عرض ۲۰/۲ سنٹی میٹر ہے۔ مجموعی صفحات سات سَو ہیں۔

رضالائبریری کے اِس مصحف کی کتابت روضہ حیدریہ (نجف اشرف) میں محفوظ مصحف علیؑ کے مثل ہے۔

سورۂ بقرہ، آیت ۳۵ تا ۴۰ — محفوظ - رضالائبریری رامپور
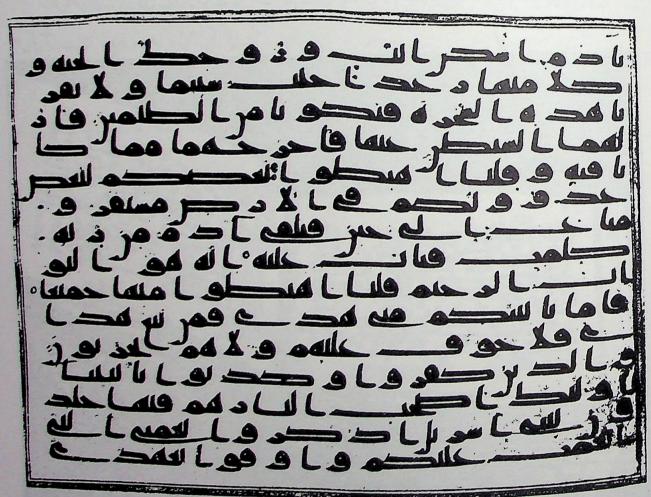
نجف کے مصحف میں چودہ سطریں ہیں اور آخری صفحہ پر ترقیمہ حسبِ ذیل ہے :

"کتبہ علی ابن ابی طالب فی سنۃ اربعین من الہجرہ" — یعنی، علی ابن ابی طالب نے اسکی کتابت چالیس ہجری میں کی۔[1]

۱۹۴۲ء میں والی رامپور سید رضا علی خاں فردوس مکیں (متوفی ۱۹۶۶ء) کے ایماء پر پورے مصحف پر بذریعہ طلا جدول کشی کی گئی اور ابتدائی اوراق کو اجاری رنگوں اور طلاکاری سے مذہب کیا گیا اور راقم السطور کے استاد اکبر سید عزت علی (نبیرہ میر عوض علی عدیل) نے اس عمل کو انجام دیا۔ میر صاحب کے اس کارنامہ سے خوش ہو کر نواب مرحوم نے تاحیات ڈیوٹی معاف کر دی اور گھر بیٹھے تنخواہ جاری کر دی گئی۔[1]

مصحف علیؑ خانقاہ حسینی قاہرہ

مناہل العرفان میں زرقانی نے ذکر کیا ہے کہ مصحف امیر المومنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ اپنے سائز کے لحاظ سے چھوٹا ہے اور اس کی کتابت ابتدائی دور کے خط کوفی میں کی گئی ہے۔[2]

۱، ۲: تاریخ الخط العربی۔ صفحہ ۹۶
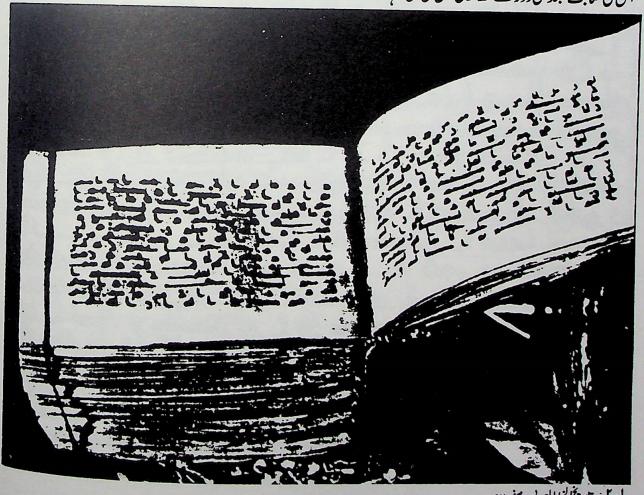
مصاحف ائمہ ثلاثہ

محفوظ-خزانہ امام الرضا مشہد

کتب خانہ امام الرضاؒ (مشہد مقدس) میں تین ایسے مصاحف رکھے ہوئے ہیں جو تین ائمہ کبار کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں۔

مصحف[1] امام حسنؓ — ایک مصحف جس کا نمبر ۱۲ ہے اسکی کتابت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے۔ اول آخر سے ناتمام ہے۔ مصحف کی ابتداء سورہ یٰسین کی آیت ۲۷ سے ہوتی ہے اور اختتام سورہ فصلت کی آیت ۴۵ تک ہے۔ صفحہ اول پر کاتب کا نام اس طرح لکھا ہوا ہے :

"کتبہ، حسن ابن ابی طالب فی سنۃ احدیٰ اربعین" — یعنی اسکی کتابت حسن ابن ابی طالب نے ۴۱ھ میں کی ہے۔

ورق مصحف، منسوب بہ حضرت امام حسنؓ

[1] تاریخ الخط العربی (طبع بیروت) صفحہ ۹۶ — ۹۸
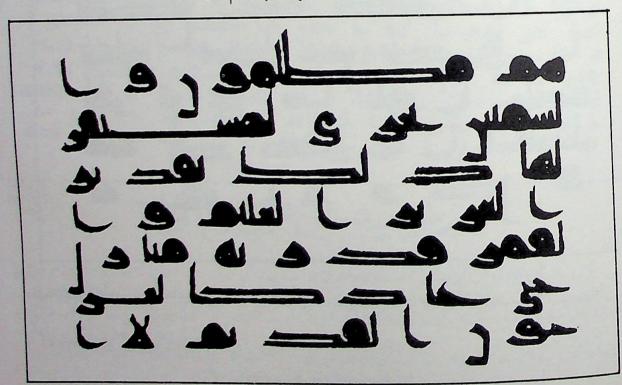
مصحف[1] امام حسینؓ۔۔۔۔اس مصحف پر نمبر ۱۴ درج ہے۔اسکی کتابت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے۔ اول آخر سے ناتمام ہے۔ مصحف کی ابتدا سورہ کہف کی آیت ۸۲ سے ہوتی ہے اور سورہ طٰہٰ کی آیت ۱۳۵ پر ختم ہے۔ صفحہ اول پر کاتب کا نام "کتبہ، حسین ابن علی"، لکھا ہوا ہے۔اس مصحف میں کہیں کہیں علامات اعراب بھی نظر آتی ہیں۔ یہ اکتالیس صفحہ کا ناتمام مصحف ہے۔ صفحہ کا طول ۱۶/۵ اور عرض ۱۰/۸ سنٹی میٹر ہے اور ایک صفحہ میں سات سطریں ہیں۔

ورق مصحف، منسوب بہ حضرت امام حسینؓ
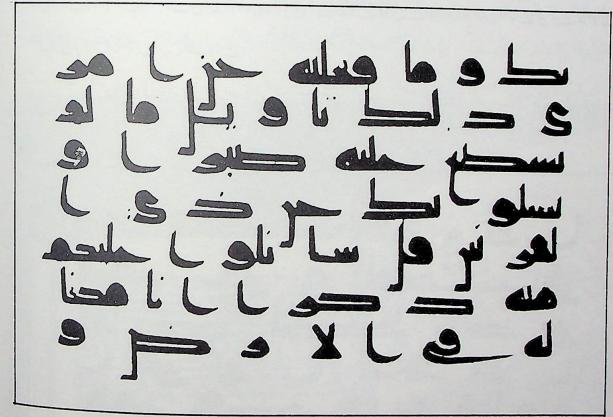
مصحف[2] امام زین العابدینؓ۔۔۔۔اس مصحف کی کتابت سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے اول سے ناقص ہے۔ آخری صفحہ پر یہ عبارت درج ہے:

"کتبہ، المنتظر بوعدہ علی بن الحسین بن ابی طالب"۔

۱ - ۲ تاریخ الخط العربی (طبع بیروت) صفحہ ۹۶-۹۹

اس مصحف میں علامات حرکات (زیر، زبر، پیش) اور علامات نقاط واضح طور پر موجود ہیں ایک صفحہ میں سولہ سطریں ہیں۔

ورق مصحف، منسوب بہ حضرت امام زین العابدینؒ
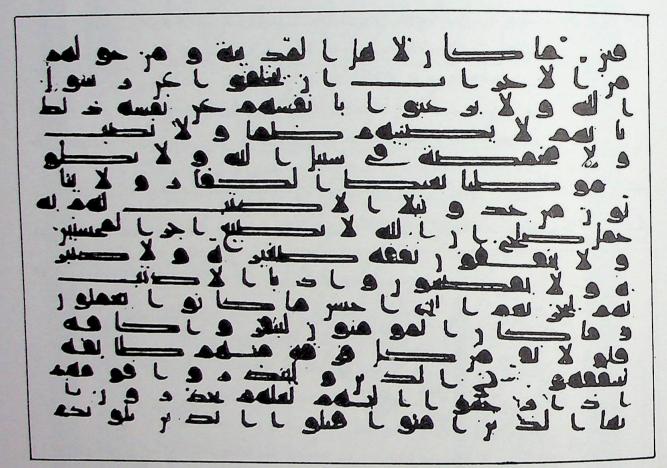
دور بنوامیہ میں عربی رسم الخط

جس زمانہ میں حجازی عربوں نے فتح کوفہ کے بعد خط مکّی اور خط مدنی کو فن کتابت کے اصول و قواعد کے بعد لکھنا شروع کیا اور خط کوفی کے نام سے تحسین و ترقی کی منزل میں داخل ہو چکا تھا۔ یہی خط ملک شام میں ایک نیا اسلوب اختیار کرنے کی وجہ سے خط شامی کے نام سے موسوم ہوا۔ چونکہ دمشق دور بنوامیہ میں دارالسلطنت تھا اس لئے خط شامی کا ظہور فطری امر تھا۔[1] [2] ابوحیان نے خط کوفی کی مختلف اقسام کے تذکرے میں بیان کیا ہے:

---

[1] رسالہ الکتابت (ابوحیان) صفحہ ۲۹
[2] تاریخ الخط العربی (طبع بیروت) صفحہ ۹۶ - ۱۰۰

جب اسلامی تہذیب نے کوفہ اور شام میں ترقی کے مدارج طے کئے تو خطاطی باقاعدہ ایک فن بن گیا تھا اور ماہرین فن کتابت نے خط کے قواعد اور ضوابط ایجاد کئے اور عربی خط کی کتابت کو اچھا اور عمدہ بنانے کے لئے مختلف اسلوب اختیار کئے۔ جسکی وجہ سے خطاطین عربی رسم کتابت کو فن (آرٹ) کے لحاظ سے بامِ عروج پر پہنچانے میں کامیاب ہوگئے اور خط کو انھوں نے مختلف شکلوں میں اور متعدد ترکیبوں سے حسن کا ایسا جامہ پہنایا جو مُردوں کو زندہ کردے اور لوگوں میں جادو جیسی لہر دوڑا دے (مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں - تاریخ الخط العربی تالیف سید احمد)

خط طومار —— خط طومار کی وجہ تسمیہ کے سلسلے میں دو اقوال ہیں۔ پہلی رائے اور قول یہ ہے جو صاحب (منہاج الاصابہ) نے وزیر ابن مقلہ سے نقل کیا ہے کہ خط کوفی کے چودہ طریقوں میں سے دو طریقے اہم ہیں۔ ان میں پہلا طریقہ خط طومار کا ہے۔ جب کوئی شاہی فرمان لکھنا ہوتا تھا تو پوست آہو یا چمڑے کو بڑے تختۂ چوب پر بچھا کر لکھا کرتے تھے۔ مدینہ منورہ کے قدیم مصاحف کی کتابت خط طومار میں کی جاتی تھی۔

طریقہ ابن بوّاب علی بن ہلال

غبار الحلیہ

اس خط کی کتابت پُورے طور پر مدوّر ہوتی تھی اور کوئی حرف سیدھا نہیں لکھا جاتا تھا۔[1]

دور بنوامیہ میں مصاحف کی کتابت مندرجہ ذیل خطوط میں کی جاتی تھی :

المکی، المدنی، المثلث، الکوفی، البصری، المشق، التجاوید، السلواطی، المصنوع، المائل، الراصف، الاصفہانی، السجل، القیراموز[2]

---

[1] رسالۃ الکتابت (ابو حیان) صفحہ ۲۹

[2] اصل فیراموز - بمعنی خط سہل
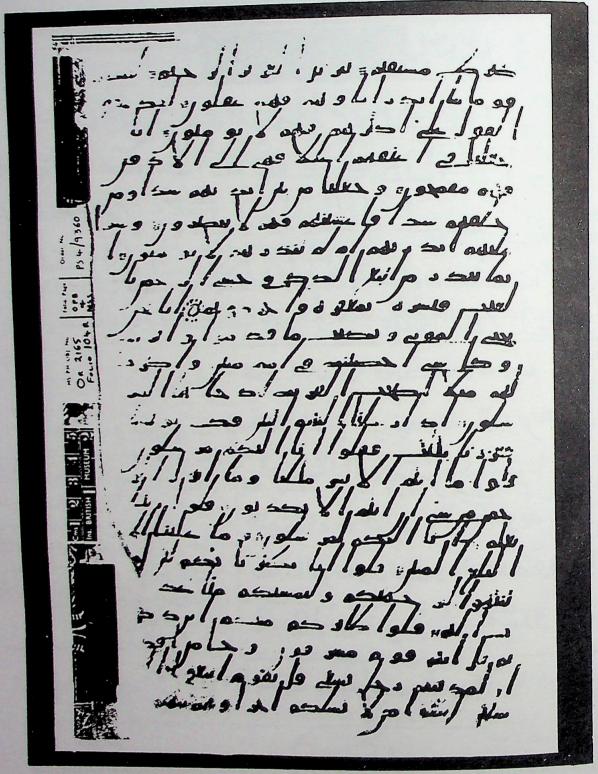
ورق مصحف- قلم مکی مائل — عہد بنوامیہ محفوظ- برٹش میوزیم-لندن

دور بنوامیہ کے حجری کتبات

دور بنوامیہ کی تاریخ جو پتھروں پر کندہ تھی تلاش بسیار کے بعد مختصر طور پر دریافت ہوئی ہے۔ پھر بھی اس زمانہ کے جتنے پتھر مل سکے ان کے مطالعہ سے اس دور کی رسم کتابت کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے۔ ملک شام اموی دور ہی میں نہیں بلکہ ہر زمانہ میں انواع فن کتابت میں سب سے ممتاز رہا ہے۔

ڈاکٹر صلاح الدین المنجد نے طائف سے قریب معاویہ کی بنائی ہوئی دیوار پر ایک کتبہ دیکھا ہے (ڈاکٹر صاحب کے نظریہ کے مطابق) یہ کتبہ حجازی حجری تاریخ کا قدیم نمونہ ہے۔ یہ "خط کوفی یابس" میں پتھر پر کندہ ہے۔ یہ وہی رسم کتابت ہے جو "جبل سلع" میں پروفیسر حمید اللہ نے دریافت کیا تھا۔ انداز کتابت دونوں کتبات کے یکساں ہیں۔ پتھر پر یہ پہلی عبارت ہے جس پر باقاعدہ نقطے ہیں۔

هدا السد لعبد الله معوبه
امىر المومىر بنىه عبد الله بر صحر
ىادن الله لسىه ثمر وخمسىر ا
اللهم اعفر لعبد الله معوىه ا
مىر المومىر وثبته وانصره ومتعه ا
[مىر ا] لمومىير به كتب عمرو بر حباب

کتبہ سد معاویہ

١ – هذا السد لعبدالله معوية
٢ – أمير المؤمنين بنيه عبدالله بن صخر
٣ – باذن الله لسنة ثمن وخمسين ا
٤ – للهم اغفر لعبدالله معوية ا
٥ – مير المؤمنين وثبته وانصره ومتع ا
٦ – [مير ا] لمؤمنين به كتب عمرو بن جناب

اموی دور کی ایک اور تحریر قصر اموی (عین الجر) سے دریافت ہوئی ہے اس تحریر کا انداز اور مکتوبات نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرز نگارش کا ڈھنگ تقریباً یکساں ہے۔ یہ رسم کتابت عقیدۂ پہلی صدی ہجری تک رائج رہا۔[1]

---

[1] تفصیل کے لئے دیکھئے "تاریخ الخط العربی - تالیف سید احمد (زیر طبع)

دور بنو امیہ کے حجری کتبات

کتبہ برکۃ الاموية

دور بنو امیہ میں رائج عربی خط کی اشکال

لتبه عين الجر

الكتابة هكذا :

١ – بسم الله الرحمن الرحيم
٢ – لا اله الا الله وحده لا شريك
٣ – له محمد رسول الله أمر بصنعة هذ
٤ – ه البركة عبدالله هشام أمير المؤ
٥ – منين اصلحه الله على يد عمار

كتابة كوفية على حجر قبر ثابت بن يزيد
سنة ٦٤ هـ

خط کوفی

خطوط العربیہ میں جو مقام خط کوفی کو حاصل ہوا۔ یہ درجہ کسی اور اسلامی خط کو نہیں ملا۔ اس کے کئی سبب بیان کئے ہیں۔

سب سے پہلے خط کوفی کو جو فضیلت حاصل ہوئی وہ قرآن کریم کی کتابت کی وجہ سے ہوئی۔

خلفاء راشدین کے زمانہ میں قرآن کریم کے اوراق کو یکجا کر کے کتابی شکل دینے اور اس کو لکھنے میں خط کوفی کو اختیار کیا گیا اس کا ثبوت وہ مصاحف ہیں جو دنیا کے عظیم عجائب خانوں اور لائبریریوں میں محفوظ ہیں۔ مثلاً مصاحف عمرؓ، مصاحف عثمانؓ اور اہلِ بیت اور تابعین وغیرہ۔

خط کوفی کی ابتدائی اشکال الحروف کے پیش نظر ماہرین کتابت اور گروہ فنانین نے ستّر سے زیادہ فروعات ایجاد کیں اور کمال یہ ہے کہ ہر شکل کا الگ الگ نام، معنی اور مفہوم ہے جو دوسری زبانوں کے کتبات کے اندر عنقا ہے۔[1]

عباسی خلیفہ مامون الرشید کے بارے میں روایت ہے کہ وہ کہا کرتا تھا کہ شاہانِ عجم مجھ سے فخر و مباہات کی باتیں کریں تو میں ان کے مقابلہ میں سدا بہار کوفی خط کو پیش کردوں گا جو ہر جگہ پایا جاتا اور ہر زبان میں لکھا جاتا ہے۔

بسم اللہ بخط کوفی زخرفی طرز فاطمی۔ مصر

بسم اللہ کوفی زخرفی طرز مملوکی چرکسی مصر

[1] مصور الخط العربی (بغداد) بیروت صفحہ ۳۲

کوفی معقلی.

بسم اللہ بخط کوفی مشغول زخرفی طرز مملوکی چرکسی

کتابت بسم اللہ بخط کوفی زخرفی طرز مملوکی چرکسی مصر

ماخوذ - مصور الخط العربی
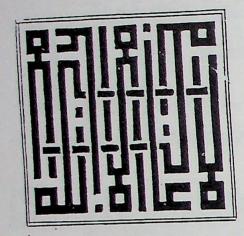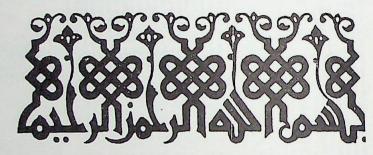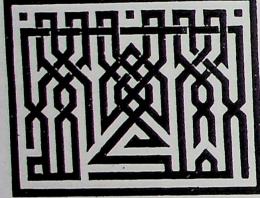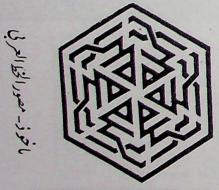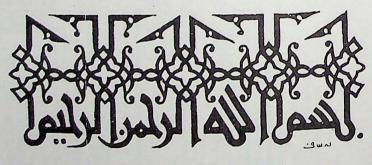
کوفی زخرفی مشغول طرز مملوکی چرکسی

کوفی بخط عمودی

سورہ اخلاص

کوفی معقلی توام
کوفی مورق ومضفوره
بسم اللہ بخط کوفی زخرفی طرز مملوکی مصر
کوفی مورق توام
بسم اللہ بخط کوفی مشغول زخرفی مورق طرز ایوبی — مصر
« وما ارسلناك الا رحمة للعالمين »
کتابة بخط کوفی زخرفي
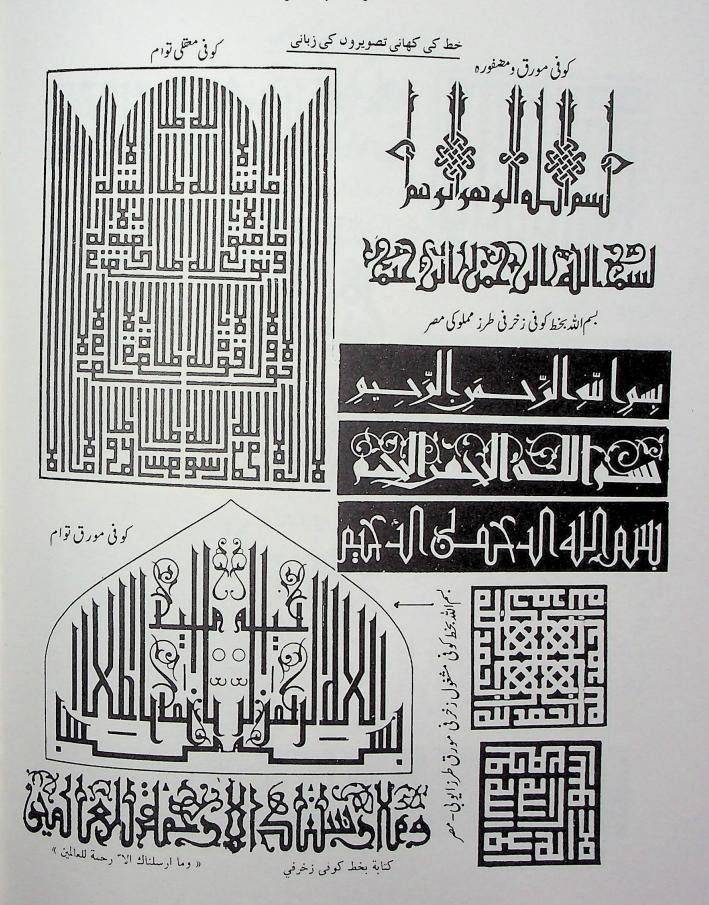
خط کوفی کا مصلح اعظم

وزیر ابو علی ابن مُقلہ

اس فخر روزگار خطاط کا نام ابو علی، محمد بن علی بن حسن بن عبداللہ (ملقب بہ ابن مقلہ) تھا۔ آپ کی ولادت ۲۷۲ھ میں ہوئی۔ عالم شباب میں تکمیل علوم کے بعد ابتداء میں وہ عباسی حکومت کے ایک دفتر میں چھ دینار ماہوار پر منشی ہو گیا۔ ابن مقلہ نے خط کوفی کی رائج شدہ فروعات میں اصلاح کرکے اس کو حسین تر بنانے میں بے مثال کامیابی حاصل کی۔

نمونہ خط ثلث اور نسخ۔ منسوب وزیر ابن مقلہ

صفحہ نادرہ مخطوط۔ خزانہ کتب المتحف العراقی بغداد

آپ کا فنی کمال خلیفہ کے دربار تک لے گیا اور اتنی مقبولیت حاصل کی کہ مسلسل تین عباسی بادشاہوں کا وزیر بنتا رہا اولاً مقتدر باللہ (۳۲۰-۳۲۲ھ) پھر اس کا بھائی قاہر باللہ (۳۲۲-۳۲۹ھ) پھر راضی باللہ (۳۲۹-۳۹۷ھ) ابن مُقلہ خطاط ہونے کے ساتھ ساتھ سیاسی جوڑ توڑ میں ماہر تھا۔ آپ نے فوجی سردار مونس سے ملکر راضی باللہ کو ختم کرنے کی سازش کی۔ اس خفیہ تحریک کے انکشاف کے بعد ابن مُقلہ کا گھر جلوا دیا گیا۔ چند روز بعد اُن کو انھیں کے نو تعمیر گھر میں قید کر کے ہاتھ کاٹ دیا گیا۔ ابن مُقلہ نے بقیہ زندگی گھر کی قید میں گزاری۔ یہ باکمال انسان اپنے گھر کے قید خانہ میں ۵۶ سال کی عمر میں انتقال کر گیا۔[1]

ورق منسوب بہ ابن مقلہ

محفوظ رضا لائبریری - رامپور

---

[1] تفصیل کے دیکھئے "تاریخ الخط العربی - تالیف سید احمد (زیر طبع)

ابوالحسن علی بن ھلال معروف ابن بوّاب

ابن مقلہ کی وفات سے تقریباً چوراسی سال بعد ابوالحسن علی بن ہلال معروف بہ ابن بوّاب پیدا ہوا۔ اس کا باپ امیر بویہ کے دروازہ پر (بوّاب) چوکیدار تھا۔ چنانچہ اسی نسبت سے علی ابن بوّاب مشہور ہوا۔ لیکن ولادت کے وقت کسی کو خبر نہ تھی کہ ابن ہلال آسمان شہرت پر بدرِ کامل بن کر چمکے گا اور دنیا اس کے فن سے فیضیاب ہوگی۔[1]

قاعدة القلم الريحاني ،

بسم الله الرحمن الرحيم

بسملة من كتابات ابن البواب البغدادي

قال النبي صلى الله عليه

وسلم قيدوا العلم

بالكتاب

كتبه علي بن هلال حامداً الله تعالى على نعمه

ومصلياً على نبيه محمد وآله وعترته ٥

كتبها ابن البواب ؛ علي بن هلال سنة ٤١٣هـ (استانبول : متحف الاوقاف ١٢٠١٤)

---

[1] مصور الخط العربی - بغداد، بیروت صفحہ ۳۴ - صفحہ ۳۲۸

ابن بوّاب بھی ابن مقلہ کا معنوی شاگرد تھا کیونکہ اس نے ابن مقلہ کے شاگرد محمد بن اسد اور محمد بن علی سمسانی سے کتابت سیکھی تھی۔ ابتداء میں ابن مقلہ کے خط کی جھلک نمایاں تھی۔ فن کی تکمیل کے بعد از سرِنو قواعد و ضوابط کی تکمیل اور حسنِ خط کی تشکیل کی جسکی بنیاد ابن مقلہ نے رکھی تھی۔ ابن بوّاب نے ابن مقلہ کے خطوں میں آراستگی، خوبصورتی اور حسن و نکھار پیدا کر کے قبولیت عامہ کی سند حاصل کی۔

مورخ ابن خلکان اور امام یافعی کا فیصلہ ہے کہ متقدمین اور متاخرین میں کوئی خطاط ابن مقلہ کے درجہ کو نہیں پہنچا۔ قلم النساخ سے ابن مقلہ نے ایک جدید خط وضع کیا جس کا نام نسخ رکھا تھا۔ لیکن اسکی تہذیب اور حسن و جمال کا سہرا ابن ہلال کے سر رہا۔ یہ خطاط اپنے فن میں منفرد اور یکتا تھا۔ ۴۱۳ھ میں بغداد میں وفات پائی۔

یاقوت المستعصمی

خواجہ[1] جمال الدین یاقوت خلیفہ المستعصم باللہ (بنو عباس کا آخری خلیفہ) کا غلام تھا نسل کے اعتبار سے رومی تھا اور خواجہ عماد الدین رومی کے نام سے بھی مشہور تھا۔ عثمانی ترکوں نے بے مثال خطاط ہونے کی وجہ سے قبلۂ خطاطین کا لقب دیا تھا۔

جمال الدین جس کی کنیت ابوالدُر اور ابوالمجد تھی اس نے بالواسطہ خطاطی ابن بوّاب سے سیکھی تھی اور عرصہ دراز تک ابن بوّاب
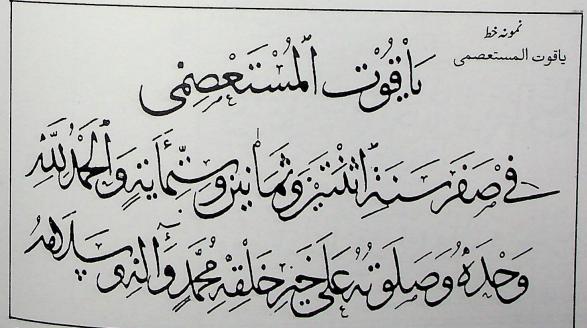
(متحف طوبقبو ۔ استانبول متحف الاوقاف .T.I.E)

[1] تاریخ مختصر خط و سیرۂ خوشنویسی در ایران (علی راہجری) صفحہ ۵۴

کے کتبات کی نقل کرتا رہا اور کثرت مشق کی وجہ سے خط کی دنیا کا شہسوار مانا جانے لگا اور خاص طور پر خط ثلث پر تو اسکی بلا شرکت غیر حکومت تھی اور فیضان خط سے پورے عالم کو منور کیا۔

تربیت وعنایت مستعصم باللہ میں فن خوشنویسی کی ابتدا کی اپنے فنی کمال اور علماء کی صحبت کی وجہ سے فصاحت و بلاغت اور دانش میں مردِ کامل بن گیا۔ اور خواجہ جمال الدین یاقوت شاہی نسبت کی وجہ سے اپنے کتبات میں یاقوت مستعصمی لکھنے لگا اور اسی نام سے شہرت پائی۔

قلم الریحانی

Islamic calligraphy y-h-safadi 1976

بقلم یاقوت المستعصمی

بیان کیا جاتا ہے کہ یاقوت مستعصمی نے تین سو چونسٹھ قرآن کی کتابت کی۔ استنبول کے کتب خانہ میں بہت سے ایسے مصاحف ہیں جن کو یاقوت نے ثلث، نسخ اور محقق میں لکھا تھا۔ بعض مصاحف قاہرہ میں بھی موجود ہیں۔ ساتویں صدی ہجری کی ابتداء میں شیخ محی الدین ابن عربی اور ابن فارض کے عہد میں وفات پائی[1]۔

دیوان الحادرہ بخط یاقوت مستعصمی (المتوفی ۶۹۸ھ) مکتوبہ ۶۲۹ھ
یہ نسخہ ابراہیم عادل شاہ دکنی کے کتب خانہ کا ہے، چنانچہ اس پر اُس کی مہر ثبت ہے۔
(محفوظ رامپور رضا لائبریری)

---

[1] تاریخ مختصر خط و سیرۂ خوشنویسی صفحہ ۹۵

نوٹ: — مصور الخط العربی (مطبوعہ بیروت) کے صفحہ ۲۲۸ پر یاقوت کا نام امین الدین یاقوت المستعصمی لکھا ہے اور مصطفیٰ عالی آفندی نے (مناقب ہنروران میں) خواجہ جمال الدین یاقوت المستعصمی لکھا ہے۔ اور محمود علی خاں ماہر اکبرآبادی اپنی کتاب تحقیقات ماہر میں لکھتے ہیں کہ امین الدین یاقوت بن عبداللہ موصلی تھا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ یاقوت مستعصمی نے تین سو چونسٹھ قرآن کی کتابت کی۔ استنبول کے کتب خانہ میں بہت سے ایسے مصاحف ہیں جن کو یاقوت نے ثلث، نسخ اور محقق میں لکھا تھا۔ بعض مصاحف قاہرہ میں بھی موجود ہیں۔ ساتویں صدی ہجری کی ابتداء میں شیخ محی الدین ابن عربی اور ابن فارض کے عہد میں وفات پائی[1]۔

دیوان الحادرہ بخط یاقوت مستعصمی (المتوفی ۶۹۸ھ) مکتوبہ ۶۲۹ھ
یہ نسخہ ابراہیم عادل شاہ کی کتب خانے کا ہے، چنانچہ اس پر اس کی مہر ثبت ہے۔
(عکس از رامپور رضا لائبریری)

---

[1] تاریخ مختصر خط و سیرۃ خوشنویسی صفحہ ۹۵

نوٹ :۔ مصور الخط العربی (مطبوعہ بیروت) کے صفحہ ۳۲۸ پر یاقوت کا نام امین الدین یاقوت المستعصمی لکھا ہے اور مصطفیٰ عالی آفندی نے (مناقب ہنروران میں) خواجہ جمال الدین یاقوت المستعصمی لکھا ہے۔ اور محمود علی خاں ماہر اکبر آبادی اپنی کتاب تحقیقات ماہر میں لکھتے ہیں کہ امین الدین یاقوت بن عبداللہ موصلی تھا۔

شاگردان یاقوت

استادان روم کی تحقیقات کے مطابق خواجہ جمال الدین یاقوت المستعصمی کے تلامذہ حسب ذیل ہیں ۔

اول ۔ مولانا ارغون ۔ خط محقق کے کامل استاد تھے۔ ۔ دوم ۔ مولانا عبداللہ صیرفی ۔ ماہر خط نسخ

سوم ۔ مولانا یحیٰ صوفی ۔ ثلث میں کوئی ان کا ہمسر نہ تھا۔ چہارم ۔ مولانا مبارک شاہ سیوفی۔ خط ریحانی میں عدیم النظیر تھے۔

پنجم ۔ مبارک شاہ قطب ۔ خط نسخ میں شہرہ آفاق تھے۔[1]

دور عباسی کے جدید خطوط

فضل بن سہل (ایرانی) وزیر مامون الرشید (عباسی) نے خط کوفی میں تصرفات کرکے اول قلم ریاسی ایجاد کیا۔ چند مختلف شکلوں کے اختراعات کے بعد کچھ خطوط دست بہ بدست وجود میں آئے جن کی تعداد محققین نے سینتیس ۳۷ لکھی ہے۔

اول بنیادی خط **کوفی** - اختراعات — طومار، جلیل، مجموع، ریاسی، ثلثین، نصف، حواشی، مسلسل، غبار حلیہ،

مؤامرات، محدث، مدمج، منشور، مقترن، حواشی، اشعار، لولوی، مصاحف، فضاح، نسخ، غبار، عہود، مطلق، مخفف، مرسل،

مبسوط، مقود، ممزوج، منقطع، معماة، مولف، معجز، مخلع، دیوانی، سیاقت، قرمہ[2] ۔

رقاع اور نسخ کے استادان قدیم

میرزا علی اکبر تفرشی، وصال شیرازی، زین العابدین السلطانی، کاتب السلطانی تہرانی، حاج میرزا فضل اللہ، ابوالفضل ساوجی، میرزا فتح علی شیرازی (عمدۃ الکتاب متخلص بہ حجاب) میرزا غلام رضا اصفہانی، میرزا محمد رضا کلہر، میرزا ابراہیم تہرانی مشہور میرزا عمو، میرزا محمد حسین کاتب، السلطان شیرازی، محمد شریف قزوینی (ملک الخطاطین) میرزا محمد کاظم[3] ،

---

[1] مناقب ہنروران (مصطفیٰ عالی آفندہ) صفحہ ۳۷ [2] تاریخ مختصر خط و سیرۃ خوشنویسی در ایران (علی راجیری) صفحہ ۵۴ [3] تاریخ مختصر خط و سیرۃ خوشنویسی صفحہ ۹۵

استادان ہفت گانہ ایران

حسن خط سے بہرہ ور خطاطین جو ممالک عجم، ترک اور دیلم میں مشہور ہوئے۔

اول ــ مولانا، عبداللہ آش پز ہروی، جن کو بلاد عجم میں یاقوت مستعصمی کا ہم پلہ تصور کرتے ہیں۔

دوم ــ ملا محمود سیاووش شیرازی

سوم ــ ابراہیم شاہ طیب، جن کا شمار ممتاز خطاطین میں ہوتا ہے اور بعض کا قول ہے کہ آپ عبداللہ آش پز سے بہتر لکھتے تھے۔

چہارم ــ شیر مرد، ذوالفقار قلم، مولانا اسداللہ کرمانی۔ جن کا شمار استادانِ عجم میں ہوتا ہے۔

پنجم ــ مولانا مرتضیٰ اور مولانا شرف الدین شامی، جن کا شمار بزرگ خطاطین میں ہوتا ہے۔ ان کے علاوہ میر گوہر ریز، ملا علی بیگ تبریزی (ماہر خط نسخ)، مولانا علا بیگ تبریزی (استاد شش قلم) جو پیروان اور مقلدان طیب شاہ اور نامور استادان میں باقی محمد بخاری تھے۔

ششم ــ مشہور نامور خوشنویسان میں جو رقاع کے استاد مانے جاتے تھے ملا حاجی مقصود تھے۔ یہ دراصل رومی النسل تھے اور دیارِ عجم میں مسکون تھے۔

ہفتم ــ مولانا احمد رومی جو شہزادہ بایسنغر کے دربار سے وابستہ تھے۔[1]

استادان ہفت گانہ ولایت روم

ولایت روم کے سات خطاط نصف النہار پر پہنچے اور ان کا فیض آج تک جاری ہے:

اول ــ مولانا شیخ حمداللہ اماسی

دوم ــ مولانا دده[2] چلبی۔ معروف شیخ زادہ، جو اپنے والد کے ہم مرتبہ تھے۔

سوم ــ محی الدین جلال اماسی۔

چہارم ــ مولانا جمال اماسی (برادر خورد حمداللہ اماسی) جو ہر طرح کے جمال سے آراستہ تھے اور خط کی نزاکت کمال میں شہرت رکھتے تھے۔

---

[1] مناقب ہنروران صفحہ ۴۴۔ [2] مولانا دده چلبی شیخ حمداللہ اماسی کے فرزند تھے

آپ کے خط کا نمونہ بطور تبرک اصفہان میں محفوظ ہے۔

پنجم ۔ ملّا احمد قرہ حصاری، بلاد روم کے نامور استاد تھے۔

ششم ۔ مولانا عبداللہ اماسی، آپ تشکیل حسن خط میں بے مثال تھے۔

ہفتم ۔ مولانا ابراہیم شرنجی زادہ بروسوی[1] اور بعضوں نے ادرنی لکھا ہے۔ آپ اپنے فن میں باکمال اور سرشت سے پاکیزہ گوہر تھے۔

اول الذکر شیخ حمد اللہ اماسی کے بارے میں مذکور ہے کہ سلطان بایزید بن سلطان محمود خاں کے عہد میں روم آئے اور تین روپے یومیہ (سکہ نقرہ) برائے گزر اوقات مقرر ہوئے۔ سلطان سلیم خاں کے عہد میں وفات پائی۔ آپ نے جاری شدہ رسم کتابت سے چار جدید خط وضع کئے جن میں تین خط بیحد مقبول ہوئے۔

۱-خط رقعہ، ـــ ۲-خط دیوانی، ـــ ۳-دیوانی جلی، ـــ ۴-خط سنبلی- چوتھی رسم کتابت فروغ نہ پا سکی۔

ولایت روم کے دیگر اساتذہ

۱- مولانا کوسہ محی الدین، شیخ زادہ استاد متاخر نسل ارغون کامل۔

۲- مولانا عبداللہ قریمی تاتاری، آپ نے شیخ زادہ ددہ چلبی کے طریقہ پر خط ثلث اور ریحانی میں مشق کامل کی اور شیخ زادہ کے اصول کتابت اور قواعد کو ذہن نشین کیا۔ خطاط کامل ہونے کی وجہ سے سلطان سلیم خاں (ہمعصر سلطان مراد خاں) کے عہد میں کاتبوں کے سردار مقرر ہوئے اور سلطان کی طرف سے وظیفہ یاب تھے۔ نیک نفس اور پاکیزہ گوہر تھے۔

۳- درویش چلبی، (فرزند ددہ چلبی) آپ نے شیخ زادہ جیسی شہرت پائی عبداللہ تاتاری کے زمانہ تک بقید حیات رہے۔

۴- مولانا حسام الدین کلیبونی- مختلف طرز کتابت کے ماہر استاد تھے۔ خصوصاً جلی ثلث میں بے نظیر تھے۔

۵- ملا حسن (ملقب قرہ حصاری) مصلح الدین (شاگرد مولانا عبداللہ)[2]

---

[1] بروسوی (بورسا) اول پایہ تخت سلاطین عثمانی، ادرنی - منسوب شہر ادرنہ (عربی ترکیہ) نزدیک بلغارستان [2] مناقب ہنروران صفحہ ۴۹-

زمانہ صدر اسلام میں مصاحف کے مختلف اسلوب کتابت

صفحہ مصحف خط مکی بطرز زمائل-اول صدی ہجری ـــــ محفوظ- متحف آثار الاسلامیہ-استنبول نمبر ۲۶۴

نسخ قدیم، خط تدوین ۱۴۳ھ

سفلا مر ا هل بو سر و ا بوحهم
ار سا الله و ا لسلم علىد
و رحمد الله و بس عكرمه
مر بار دو ا ر ا سفل الارص
بو م الاسر لا سے عسره لله
بس مر دى الحجه سنه بلـــــــ
و ا ر عمرو مابه

ورق مصحف - خط کوفی - آخر دوسری صدی ہجری ——— محفوظ - مکتبہ معہد الدراسات الشرقیہ - نمبر - ۳۲۲ - لینن گراڈ
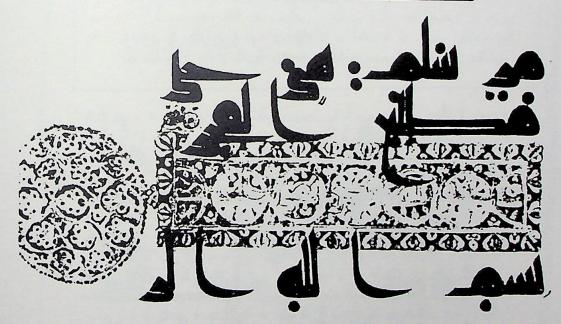
کوفی منظور - ۱۷ہجری

ورق مصحف - خطِ کوفی - منقوط - آخر تیسری صدی ہجری ——— محفوظ - مکتبۃ الوطنیہ - ڤینا

قلم المصاحف - کوفی ۳۰۰ ہجری

اِنَّ الَّذِیْنَ عِنْدَ - رَبِّكَ لَا یَسْتَكْبِرُوْنَ - عَنْ عِبَادَتِهٖ - وَیُسَبِّحُوْنَهٗ وَلَهٗ - یَسْجُدُوْنَ الانفال
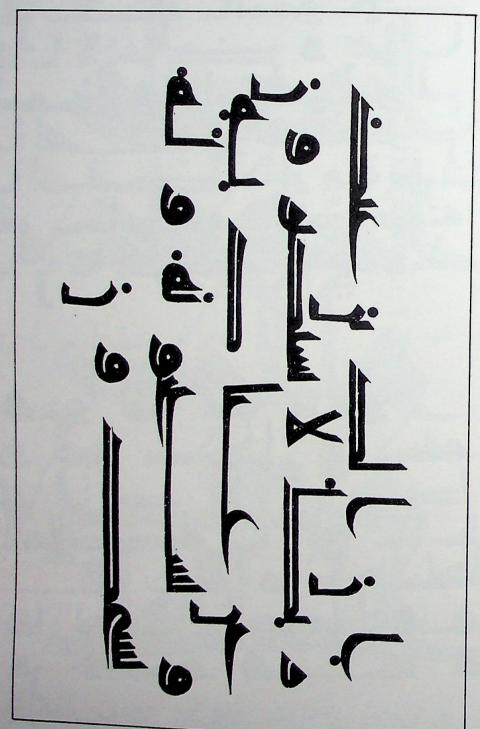
نقلاً المخطوطات القرآنیہ
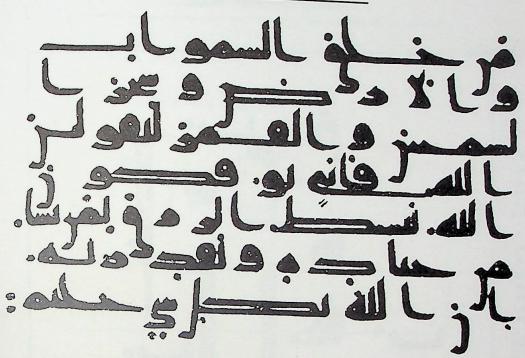
ورق مصحف ۔ خط کوفی عراقی منقوط ۔ دوسری صدی ہجری
محفوظ ۔ میلانو امبروزیانا
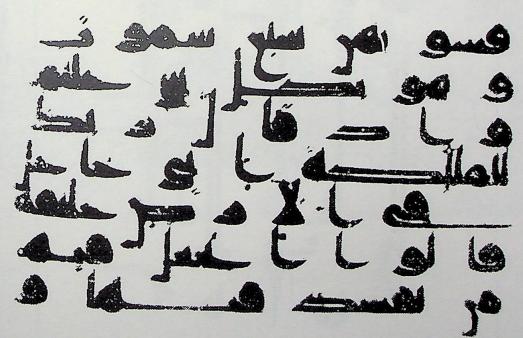
ورق مصحف ۔ رق الغزال ۔ تیسری صدی ہجری
محفوظ خزانہ امانۃ احمد الثالث ۔ استنبول

خط مغربی ۳۰۰ ہجری

الذی خلق السموات والارض وجعل الظلمات

صفحہ مصحف رق الغزال

محفوظ مکتبہ جامع قیروان

خطِ رقاع

قال مكحول عن معاذ بن جبل بلغنا ان الله

تعالى كلم موسى ثلاثة آلاف وخمس مائة

آية فكان آخر كلامه يا رب أوصني قال

أوصيك بأمك حتى قاله سبع مرات

ثم قال يا موسى الا ان رضاها رضاي وسخطها

مؤلف کتاب ھذا کی

طرز نگارش

کے تاریخی انداز

خط مکی بطرز مائل، طرز خلافتِ راشدہ، طرز دور بنوامیہ - طرز قرطبہ، طرز اندلسی، خط مسلسل،
قلم العِقد المنظوم، خط محقق، خط ثلث، ثلث متراکبہ، خط نسخ، خط رِقاع، خط رِقعہ،
خط مربع (کوفی معقلی) خط مشرقی، خط بسیط، کوفی زخرفی، خط تعمیہ، کوفی مورّق، کوفی مضفورہ،
خط طغرا، خط تقفنی، خط توأم، خط دیوانی جلی، خط جلیل، زخرفی توأم،
کوفی زخرفی (طرز ایوبی، مملوکی، فاطمی)
خط نستعلیق، خط معکوس، خط بہاری، شکستہ نستعلیق آمیز، سیاہ مشق

کتبات ماخوذ - طرز نگارش سید احمد (زیر طبع)

الخط خيط الحكمة
ينظم فيه منثورها ويفضل
فيه شذورها
جعفر برمکی
خط حکمت کا دھاگا ہے جس میں حکمت کے موتی گوندھے جاتے ہیں اور اس کے
الخط نصف العلم
رسم المؤلف

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نسخ
الخط الحسن
دیوانی
للفقیر مال وللغنی جمال
رقعہ
وللکبیر کمال
مشرقی کوفی
پاک و آراستہ خط
محتاج کے لئے مال، اور تونگر کے لئے جمال اور دانشمند کے لئے کمال ہے
رسم المؤلف

علم بالقلم
قلم سے ان چیزوں کی تعلیم دی
جن کو وہ نہ جانتا تھا
علم الانسان ما لم یعلم

رسم المؤلف

خطِ مکی و مدنی

بسم اللہ الرحم الرحم

بسم اللہ مکتوب نبویؐ ———— منذر بن ساوی (والی بحرین)

بسم اللہ الرحم الرسم

بسم اللہ مکتوب نبویؐ ———— بنام مقوقس (والی مصر)

خطِ کوفی

بسم اللہ منسوب بہ امام علی کرم اللہ وجہہ

قلم المصاحف — بسم اللہ الرحمن الرحیم — طرز خلافت راشدہ

قلم المکی مائل — بسم اللہ الرحمن الرحیم — طرز خلافت راشدہ

رسم مولف کتاب ہذا

قلم المصاحف — طرز خلافت راشدہ

خط جلیل — طرز دور بنوامیہ

کوفی بسیط — طرز دور بنوامیہ

کوفی یابس — طرز دور بنوامیہ

رسم المولف

قلم المصاحف	بسم اللہ الرحمن الرحیم	۲۰۰ ہجری
کوفی اندلسی	بسم اللہ الرحمن الرحیم	طرز مسجد قرطبہ
قلم المصاحف	بسم اللہ الرحمن الرحیم	طرز ۶۰۰ ہجری
کوفی مشرقی	بسم اللہ الرحمن الرحیم	طرز، ۵۰۰ ہجری
کوفی	بسم اللہ الرحمن الرحیم	طرز ۵۹۴ ہجری
کوفی سلجوقی	بسم اللہ الرحمن الرحیم	کوفی سلجوقی (۱۰۷۲ء)
کوفی مشرقی	بسم اللہ الرحمن الرحیم	کوفی مشرقی (۵۰۰ ہجری)
کوفی مورق	بسم اللہ الرحمن الرحیم	

کوفی مورق (۶۰۰ ہجری)

رسم المولف

کوفی مضفورہ (٦٥٠ ہجری)

خط مسلسل — اسلوب، ابن بواب

خط العقد المنظوم — اسلوب، ابن بواب

خط محقق

خط ثلث

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خط تربیعہ

خط نسخ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خط رقعہ

رسم المولف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خط دیوانی

دیوانی جلی
خط نستعلیق
خط ریحانی — ۱۵۰۰ء
خط مغربی — ۱۰۰۰ء
ثلث طرز بخارا — ۱۵۳۸ء

طرز دور بنو فاطمی (مصر) ۹۷۵-۹۹۷ء

کوفی مغربی ۱۵۰۰ء

کوفی طرز مصر ۹۶۶ء

کوفی زخرفی طرز مملوکی (مصر) ۱۱۹۹-۱۲۵۰ء

کوفی زخرفی طرز بنو فاطمی (مصر) ۹۷۵ - ۹۹۷ء

کوفی زخرفی طرز ایوبی ۱۲۱۸ - ۱۲۶۰ء

ثلث اندلسی (مدرسہ مکناس)

طغرا سلاطین عثمانیہ

دیوانی الجلی

خط تفننی بشکل طائر

بقلم

زخرفی توام بشکل محرابات

زخرفی مورق توام

کوفی مضفورہ

کوفی مربع معقلی

کوفی مربع معقلی

لا اله الا الله الملک الحق المبین

محمد رسول الله الصادق الامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اَلحَیُّ القَیُّومُ ج لَا تَاخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّلَا
نَومٌ ط لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الاَرضِ ط مَن ذَا الَّذِی
یَشفَعُ عِندَہٗٓ اِلَّا بِاِذنِہٖ ط یَعلَمُ مَا بَینَ اَیدِیھِم وَمَا خَلفَھُم
وَلَا یُحِیطُونَ بِشَیءٍ مِّن عِلمِہٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ وَسِعَ کُرسِیُّہُ السَّمٰوٰتِ
وَالاَرضَ وَلَا یَؤُدُہٗ حِفظُھُمَا ج وَھُوَ العَلِیُّ العَظِیمُ ۝

ثلث ترکیب بشکل ابریق

خط تفننی

اِنّهٗ من سُلیمانَ وَانّهٗ بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم
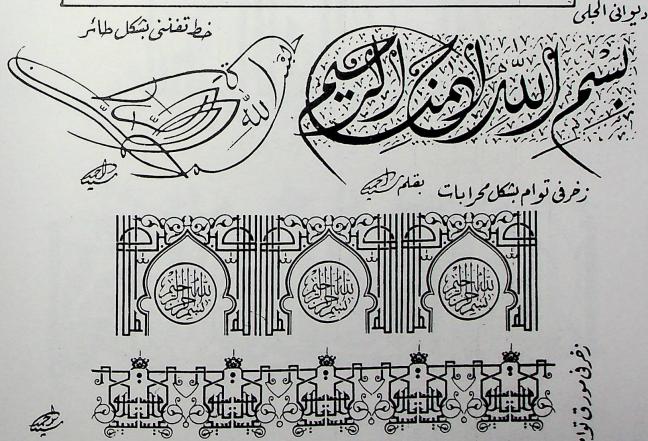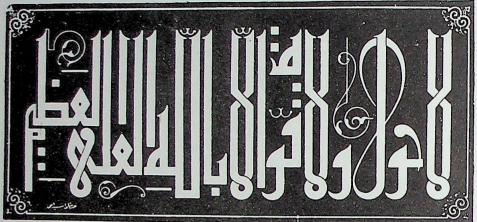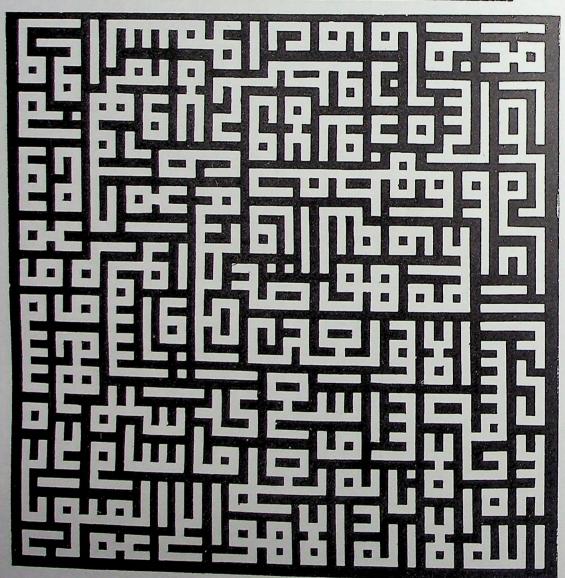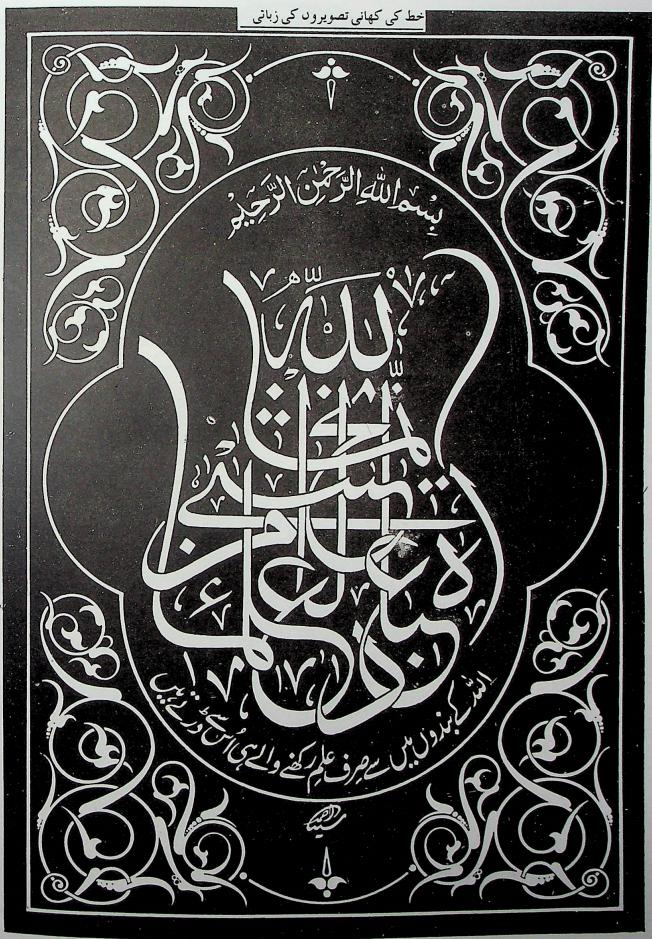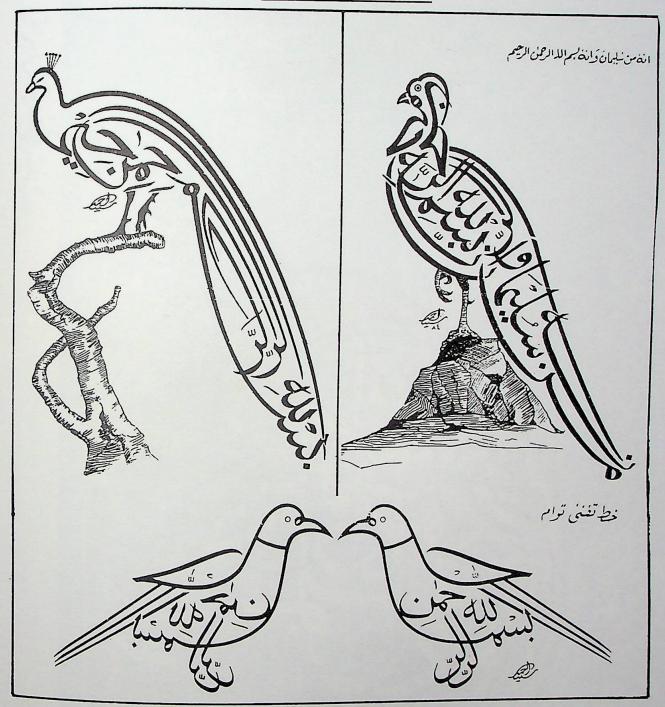
بسم اللہ شریف کے دو سو مختلف طرزوں کے ڈیزائن میں نے کتابت کئے تھے جن کی اصلیں میرے پاس محفوظ ہیں۔ ان ڈیزائنوں کے عکس (برومائڈ) میں نے مختلف پبلیشرز کو دئے انھوں نے ان ڈیزائنوں پر خطاطین قدیم کے نام ڈالکر شائع کیا اور میرا نام محو کر دیا۔ اللہ تعالیٰ ان کے اس فعل قبیح کو معاف فرمائے۔ سید احمد

بسم الله الرحمن الرحيم

کوفی عراقی ساتویں صدی ہجری

ثلث متراکبہ

خط زخرفی، مورق و معقود — طرز توام — بقلم سید احمد

ثلث مترابہ

ثلث متراکبہ

خط تفننی
بشکل طائر

الم تر کیف

کوفی مورق، مضفورہ

دیوانی

فاذا فرغت فانصب والی ربک فارغب

خطِ تعمیہ

حوالیہ من کل فج عمیق

میزان الخط و کرسی ۔ بقلم سید احمد

خط غبار قدیم ۔ اندلسی مراکشی

میزان الحروف خط نسخ ۔ بقلم سید احمد

خط سنبلی ۔ موجد حمد اللہ الآماسی

بقلم سید احمد

انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون

خط معکوس

ماخوذ طرز نگارش سید احمد (زیر طبع)

اصطلاحات نقوش اسلیمی

نقوش اسلیمی۔ ذہن انسانی کے خود ساختہ پر پیچ نقوش اور پھول پتوں کو نقوش اسلیمی کہتے ہیں۔

تُرنج۔ صفحہ اول کی پشت کے صفحہ پر درمیان میں ایک ڈیزائن مثل سرو یا ترنج کی شکل کا ہوتا ہے اور اس کے اطراف میں عبارت درج ہوتی تھی۔ یہ ڈیزائن قدیم زمانہ کی کتابوں میں نظر آتا ہے۔

سنجاق نشان۔ عملی طلاکاری کے بعد سوئی کی نوک سے ڈیزائن کو مرتب کرنا۔

لچک۔ لوح کے دائیں اور بائیں حصے کے اطراف کے ڈیزائن کو لچک کہتے ہیں اس ڈیزائن میں ایک تُرنج اور ایک مربع ڈیزائن ہوتا ہے۔

دندان موشی۔ جلی عبارت کے گرد دندانہ دار نیم چھوٹے بڑے دوائر سے حصار بندی کو دندان موشی کہتے ہیں۔ دندان موشی کی زمین کو مزین بھی کرتے ہیں۔

حاشیہ۔ آزادانہ طور پر شاخ اور گل بوٹوں کے ذریعہ ڈیزائن مرتب کرنا۔

تشعیر۔ پر پیچ نقش و نگار کو رنگوں سے مزین کرنا۔

تذہیب۔ طلاکاری حل شدہ ورق طلا سے پھول اور پتوں کو مزین کرنا۔

تذہیب۔ بمعنی لغت زر گرفتن، زرکاری، طلاکاری

ترصیع یا مرصّع۔ بغیر آب طلا نقوش مزینہ کو رنگوں سے بھرنے کو ترصیع یا مرصع کہتے ہیں۔

افشاں گری۔ کتاب کے صفحہ کو آب طلا کی چھینٹیں ڈالکر مزین کرنا۔

جدول۔ آب طلا اور رنگین لائنوں کے ذریعہ عبارت کو محصور کرنا۔

کمند - جدولِ درمیانہ کی آخری لائن کے حصار کو کمند کہتے ہیں۔

سرلوح - پیشانی کی لوح کے ڈیزائن کو سرلوح کہتے ہیں اور یہ طلا اور رنگوں سے مزین ہوتی ہے۔

شمسہ - صفحہ اوّل کے اس دائرے کو شمسہ کہتے ہیں جو نقوش اسلیمی سے مزین ہوتا ہے اور اس پر کتاب کا نام ہوتا ہے۔ شمسہ آب طلا اور مختلف رنگوں سے مزین ہوتا ہے۔
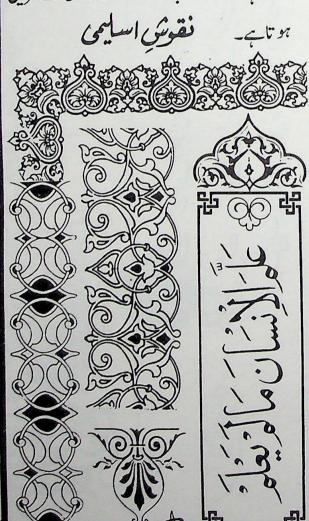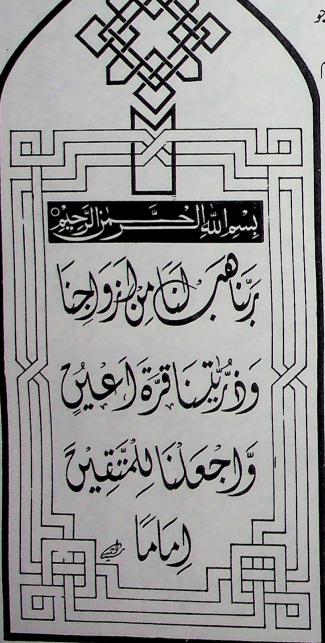
نقوشِ اسلیمی

خط تعلیق شکستہ

شکستہ نستعلیق آمیز

نستعلیق

حسنِ یوسف، دمِ عیسیٰ، یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند، تو تنہا داری

یوسف

خط توقیع

بسم الله الرحمن الرحيم

71 The Basmalah in Tawqīʿ script, without diacritical marks or letter-pointing. Detail from the colophon statement of the Ḥāḍinah Qurʾān, copied in Kairouan in 1020

توقیع مطلق

اصطلاحات وتشریحات عربی رسم کتابت

خط مکی ومدنی- علامہ ابن ندیم نے (الفہرست) محمد بن اسحٰق کے حوالے سے لکھا ہے کہ حجازی عرب کے اول رسم کتابت کا نام خط مکی ہے اور دوسری روش کا نام خط مدنی ہے۔ یہ دونوں رسم خط اپنی طرز کتابت کے لحاظ سے تقریباً ملتے جلتے تھے۔ چنانچہ فرامین رسالت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی کتابت خط مکی اور مدنی میں ہوئی۔

خط کوفی- ۱۷ھ مطابق ۶۶۸ء خلافت فاروق اعظم میں کوفہ فتح ہو کر اسلامی مملکت میں داخل ہو گیا۔ کوفہ سے چند میل کے فاصلہ پر شہر حیرہ تھا جہاں سریانی خاندان آباد تھے وہاں سطرنجیلی اور گرشونی خط کا رواج تھا۔ فاتح عربوں نے اپنی قدیم روش کتابت مکی اور مدنی میں اصلاحات کر کے سطرنجیلی اور گرشونی قواعد کے پیش نظر ایک جدید خط کی بنیاد رکھی جس کا نام خط کوفی رکھا۔ زمانہ دراز تک مصاحف کی کتابت اسی خط میں ہوتی رہی اور یہ خط قلم المصاحف کے نام سے بھی موسوم ہوا۔

خط مکی بطرز مائل- عہد خلافت راشدہ میں ماہرین فن کتابت نے مصاحف کو ایک نئی طرز پر لکھنا شروع کیا۔ اس خط کے حروف ترچھے لکھے جاتے تھے اسی وجہ سے خط مائل کے نام سے موسوم ہوا۔ دور بنوامیہ تک یہ خط رائج رہا۔

خط جلیل- علامہ ابن ندیم نے (الفہرست) میں لکھا ہے کہ اموی دور خلافت میں ایک مشہور خطاط قطبۃ المحرر گزرا ہے جس نے خط کوفی سے چار جدید خط وضع کیے۔

قلقشندی نے چار میں سے دو قلم جلیل اور طومار کا ذکر کیا ہے چنانچہ قلم جلیل میں مصاحف کی کتابت کی گئی۔ استنبول کے عجائب گھر میں خط جلیل میں لکھا ہوا ایک مصحف محفوظ ہے جس کا نمبر ۳۵۸ ہے۔

کوفی بسیط (Umayyad Kufic)- دور بنوامیہ کے حجری کتبات جو (برکۃ الامویہ قریہ ریم حازم) کچھ دریافت ہوئے ان کو دیکھ کر حروف کی ساخت کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس خط کے حروف دائیں سے بائیں کشش کی طرف زیادہ مائل ہوتے تھے۔ یہ خط تعمیرات میں دور تیموریان تک رائج رہا۔

خط یابس (Yabis) یہ خط انتہا درجہ کا روکھا اور سادہ خط تھا۔ ایک نمونہ طائف سے قریب حضرت معاویہ کی تعمیر کردہ دیوار

(۵۸ھ) پر کندہ دریافت ہوا ہے۔ یہ خط یابس کا قدیم نمونہ ہے۔ اس کتبہ کا ذکر ڈاکٹر صلاح الدین المنجد نے اپنی کتاب تاریخ الخط العربی میں کیا ہے۔

کوفی اندلسی۔ اس رسم کتابت کے گوناگوں اسلوب مسجد قرطبہ اور قصر الحمرا (غرناطہ اندلس) میں نظر آتے ہیں۔ مسجد قرطبہ کی تعمیر کا سہرا خلیفہ عبدالرحمٰن الداخل کے سر ہے۔ الداخل کو سلاطین اندلس میں وہی مرتبہ حاصل تھا جو ہندوستان کے شاہان مغلیہ میں شاہجہاں کو۔ عبدالرحمٰن نے مسجد قرطبہ کے بام و سقف کو خط کوفی سے مزین کرایا اور شاہجہاں نے تاج محل کو۔

کوفی مشرقی (Eastern Kufic) اس رسم کتابت کے مختلف اسلوب ایران اور اصفہان کے قدیم مصاحف میں (۳۰۰ھ تا ۵۰۰ھ) نظر آتے ہیں۔ یہ خط عرب کے مشرقی ممالک میں رائج رہا۔

کوفی سلجوقی ۔ سلجوقی سلاطین کا دارالحکومت اصفہان تھا۔ ان کا ایک گورنر بغداد کی نگہداشت کرتا تھا۔ ۱۰۹۱ء میں بغداد دارالسلطنت بنا اس کے بعد سلجوقی اقتدار اپنے اعلیٰ مقام کو پہنچ گیا۔ اس دور میں کوفی مشرقی نے بڑی ترقی کی اور کوفی سلجوقی کے نام سے موسوم ہوا۔ اور کثرت سے مطلا اور مذہب مصاحف تیار ہوئے۔

کوفی مورّق ۔ (Foliated Kufic) ذوق نظر کی تسکین کے لئے فنانین نے خط کوفی کو شاخ اور پتوں کا لباس زیب تن کیا اور نئے اسلوب کتابت کے ذریعہ عوام و خواص سے داد تحسین حاصل کی۔

کوفی مضفورہ ۔ (Knotted Kufic) ماہرین فن نے اقلیدسی اشکال کے پیش نظر حروف کے الف، لام اور دوسرے عمودی حروف کو چوٹی کی طرح گوندھ کر اس میں پتوں کا اضافہ کر کے اس خط کا نام کوفی مضفورہ رکھا۔

خط طغرا (Tughra) طغرا اس خصوصی شکل کا نام تھا جس میں سلاطین عثمانیہ کے نام بطور مونوگرام لکھے جاتے تھے اور ایسے مونوگرام کی کتابت دیوانی جلی (خط ہمایونی) میں ہوتی تھی۔ ہندوپاک کے خطاط ہر پیچیدہ لکھائی کو طغرا کہتے ہیں اور یہ غلط ہے۔

خط مسلسل ۔ (Musalsal) ابن مقلہ کی وفات سے تقریباً چوراسی سال بعد ابوالحسن علی بن ہلال (معروف بہ ابن بواب) پیدا ہوا۔ یہ استاد بھی ابن مقلہ کا معنوی شاگرد تھا۔ ابن بواب آسمان کتابت پر بدر کامل بن کر چمکا۔ یہ اپنے فن میں منفرد اور یکتا تھا۔ خط نسخ سے چند جدید خط وضع کئے ان میں سے ایک رسم کتابت کا نام رسم مسلسل ہے۔ اسکی کتابت کا طریقہ یہ ہے کہ

پورے پیراگراف کے حروف اور کلمات ایک دوسرے سے وصل کر کے لکھے جاتے ہیں۔

خط العقد المنظوم -اس رسم کتابت کا موجد ابن بواب (متوفی ۴۱۳ھ / ۱۰۳۱ء) ہے۔اس رسم کتابت میں حروف اور کلمات کی گرہ بندی کر کے ایک دوسرے سے باہم منسلک کئے جاتے ہیں۔

خط محقق - (Muhaqqaq) خطاطین قدیم نے خط محقق کو پدر خطوط اور خط ثلث کو مادر خطوط لکھا ہے۔ یہ دونوں رسم کتابت خط کوفی سے وجود میں آئے۔خط محقق میں کثیر تعداد میں مختلف سلاطین (سلجوقین، مملوکین، ایوبین) کے لئے مصاحف کی کتابت کی گئی۔ یہ مصاحف دنیا کی عظیم لائبریریوں میں محفوظ ہیں۔

خط ثلث -(Thuluth) مامون الرشید (عباسی) کے عہد کے نامور خطاط اَحول محرر نے الثلث اور ثلثین ابراہیم الشجری سے سیکھا تھا ان خطوط میں تھوڑی سی اصلاح کر کے خفیف الثلث ایجاد کیا۔

آخری اصلاح میں وزیر ابن مقلہ (متوفی ۳۲۸ھ) کا حصہ تھا۔اس باکمال خطاط نے حسن تشکیل کے ذریعہ اس خط کو بام عروج پر پہنچا دیا اور ثلث نام رکھا۔

اس سحر انگیز رسم کتابت نے سلاطین کی نظروں میں بلند مقام حاصل کیا اور مقامات مقدسہ کی زینت بن گیا۔ چنانچہ کسوۂ کعبہ، محرابات مسجد نبوی، مواجہہ شریف کی جالیاں، تاج محل آگرہ، مسجد شیخ لطف اللہ اصفہان میں اس رسم کتابت کے لازوال شاہکار نظر آتے ہیں۔

خط تربیعہ (مربع معقلی) Angular Kufic-اس رسم کتابت نے دور تیموریان اور صفویان میں بیمثال ترقی کی۔ ہفت رنگ کاشی کاری کے ذریعہ کوفی مربّع کے گوناگوں اسلوب ایجاد کر کے مقابر، مدارس اور مساجد کو جنت ارضی بنا دیا۔ چنانچہ مقبرہ گور امیر، مدرسہ عبدالعزیز خاں، مسجد بی بی خانم وسط ایشیا اور مدرسہ امام جعفر الصادق (اصفہان) کے بام وسقف پر آیات قرآنی اور حدیث نبوی کے کتبات آج بھی زندہ و جاوید ثبوت ہیں۔

خط رِقعہ (Ri:qa) اس خط نے عصر حاضر میں قبولیت عامہ کی سند حاصل کی۔ یہ خط جرائد اور اخبارات میں عنوانات کے لئے منتخب کیا گیا۔اس خط کے موجد حمد اللہ الآماسی (متوفی ۱۵۲۰ء) ہیں آپ ترکی کے ہفت قلم خطاط تھے۔

خط دیوانی- اس خط کے موجد حمداللہ الآماسی (متوفی ۱۵۲۰ء) ہیں۔ یہ رسم کتابت سلاطین عثمانی کے عدالتی کاموں کے لئے مخصوص تھااور شاہی فرامین اور رسائل کی کتابت بھی خط دیوانی میں ہوتی تھی۔

خط توام-اس رسم کتابت کو مثنیٰ اور جفت بھی کہا جاتا ہے۔اس خط کے گوناگوں اسلوب کوفی، ثلث، اور نسخ میں دیکھنے کو ملتے ہیں۔

خط دیوانی جلی-اس رسم کتابت کو خط ہمایونی بھی کہتے ہیں اس خط میں سلاطین عثمانی کے طغرے جات اور فرامین کتابت کئے جاتے تھے۔اس خط کے موجد حمداللہ الآماسی ہیں۔

خط سنبلی- یہ خط بھی حمداللہ الآماسی (متوفی ۱۵۲۰ء) نے ایجاد کیا۔ رقعہ ، دیوانی، دیوانی جلی کے مقابلہ میں یہ خط پردۂ گمنامی کی نذر ہو گیا۔ چونکہ اس خط کا اسلوبِ کتابت بھاری بھر کم حروف اور بھدے پن کی طرف مائل تھا۔اس لئے مقبول نہ ہو سکا۔

ثلث مُتراکبہ - چونکہ اس رسم کتابت کے حروف ایک دوسرے پر سوار لکھے جاتے ہین اس مناسبت سے اس کا نام متراکبہ مشہور ہوا۔ شاہان وقت کے مونوگرام اسی طرز پر لکھے جاتے تھے۔

خط نسخ-(Naskh) عہد مامون الرشید (عباسی) میں چند دوسرے خطوط کی آمیزش سے قلم النساخ ظہور میں آیا۔ یہ خط ابن مقلہ کے ہاتھوں میں سنور کر پروان چڑھا۔ ابن بواب اور یاقوت مستعصمی نے حسنِ تشکیل میں اضافہ کر کے اس خط کو دائمی طور پر زندہ وجاوید بنا دیا۔

خط نستعلیق (Nasta'liq)-ماہرین فن کتابت نے بیان کیا ہے کہ خط نستعلیق دو مختلف طرزوں نسخ، تعلیق کے اتصال سے وجود میں آیا ہے۔ اس لئے نستعلیق نام سے موسوم ہوا۔اور خواجہ میر علی تبریزی کو مسلمہ طور پر اس خط کا موجد تسلیم کیا گیا ہے۔ آپ سلطان احمد جلائر (والی بغداد) کے درباری خوشنویس تھے۔

محققین اسلامی رسم کتابت کا بیان ہے کہ "خط نستعلیق نے زمانہ طفولیت میر علی تبریزی کے ساتھ گزارا اور نوجوانی کی منازل میر علی ہروی کے ہاتھوں طے کیں اور میر عماد الحسنی قزوینی کے ہاتھوں بحد کمال پختگی کو پہنچا۔"

خط ریحان -(Raihan) یہ حسین رسم کتابت محقق اور ثلث کے ہم مشابہ ہے۔اس خط میں مصاحف کی کتابت ہوتی رہی۔

خط مغربی (کوفی) Maghribi Kufic خط مغربی، کوفی کی ایک شاخ کا نام ہے جس کا تعلق ۲۲۰ھ سے وابستہ ہے۔اس خط کو مراکشی، قیروانی بھی کہا جاتا ہے۔قیروان مراکش کی قدیم راجدھانی کا نام تھا جو ۵۵۰ھ میں قائم ہوئی تھی۔یہاں عربی خط نے کافی اہمیت اور شہرت حاصل کرلی تھی۔

ثلث طرز بخارا(Thuluth Of Bukhara) سمرقند اور بخارا میں امیر تیمور کے عہد کی تعمیر شدہ عمارات مساجد، مقابر اور درسگاہوں میں اس رسم کتابت مختلف اسلوب نظر آتے ہیں جو بذریعہ کاشی کاری تحریر ہیں یا پتھروں پر کندہ ہیں۔

طرز دور بنو فاطمین -جب قاہرہ بنی فاطمین کا ۹۷۳ء میں دارالحکومت بن گیا۔ایک عظیم الشان جامع مسجد تیار ہوئی اور دارالعلم قائم کیا گیا۔

ابو منصور نزار العزیز(۹۷۵-۹۹۶ء) مصر کا پہلا فرمانروا مقرر ہوا۔یہ خاندان کمال عروج کو پہنچا۔اس دور میں کوفی رسم کتابت نے کئی اسلوب اختیار کئے اور عربی رسم کتابت نے بیحد ترقی کی۔

کوفی طرز ایوبی -سلطان صلاح الدین ایوبی (متوفی ۱۱۹۳ء) ایک فاتح سپہ سالار اور حامی دین اسلام بادشاہ تھا۔وہ تعلیم کا بڑا مربی تھا۔مساجد اور مدارس قائم کئے۔علم کی قدر کرتے ہوئے بلندپایہ عالم قاضی، فاضل عمادالدین کاتب اصفہانی جیسے بلند پایہ عالم کو منصب وزارت پر قائم فرمایا۔اس دور میں علم کتابت نے بڑی ترقی کی اور خط کوفی کے جدید اسلوب منظر عام پر آئے جیسا کہ ایوبی عہد کے آثار سے ظاہر ہوتا ہے۔

کوفی زُخرفی طرز مملوکی(Ornamental Kufic) مملوک سلاطین کی دنیا میں نادر مثال ہے۔ابتداءً یہ لوگ غلام تھے رفتہ رفتہ یہ اپنی خداداد صلاحیت کی وجہ سے حکومت کے اعلیٰ عہدوں پر فائز ہوئے اس کے بعد سلطنت مصر پر قبضہ کر بیٹھے۔

مملوک(Mamluk) دور حکومت ۱۲۵۰ء سے ۱۵۱۷ء تک جاری رہا۔ملک الظاہر رکن الدین بیبرس (۱۲۶۰-۱۲۷۰ء) نے اپنے دور حکومت میں کارہائے نمایاں انجام دئے۔اسکی تعمیر کردہ عالیشان عمارات میں قاہرہ کی بڑی مسجد (۱۲۶۹ء) اور مدرسہ ظاہریہ اب بھی موجود ہیں۔اس دور میں علم کتابت اور نقوش اسلیمی نے بیمثال ترقی کی۔مملوک سلاطین کے مصاحف ترکی، برٹش میوزیم اور دنیا کی عظیم لائبریری میں محفوظ ہیں۔

خط معکوس - فن خوشنویسی میں خط معکوس کو بڑی اہمیت تھی۔ اس الٹی طرز تحریر کو صرف باکمال استاد ہی لکھ سکتے تھے۔ رامپور رضا لائبریری میں خط معکوس کے نادر شہ پارے محفوظ ہیں۔

عصر حاضر میں فوٹوگرافک کے ذریعہ بآسانی معکوس (الٹا) عکس حاصل کر لیا جاتا ہے۔

خط تعمیہ - اس طرز تحریر کو خط معمہ بھی کہتے ہیں۔ تعمیہ اس عبارت کو کہتے ہیں جس کے معنی پوشیدہ ہوں۔ اس تحریر کے حروف مروجہ اصول و قواعد کے تابع نہیں ہوتے اس لئے اس کا پڑھنا دشوار ہوتا ہے۔

خط توقیع - (Ta'u'qi) اس خط کو توقیع اس لئے کہا گیا ہے چونکہ شاہانِ سلف اور وزراء اسی رسم خط میں دستخط کیا کرتے تھے۔ اس خط کو توقیعات (جمع کے صیغے کے ساتھ) بھی کہتے تھے یہ خط دو ناموں سے موسوم تھا۔ خط توقیع، توقیع مطلق۔

توقیع مطلق - یہ وہ خط تھا جو خط ثلث سے مشابہ تھا۔ اس خط کو یوسف خطاط نے ایجاد کیا تھا جو ابراہیم الشجری کا بھائی تھا۔ یوسف کا انتقال ۲۰۰ھ میں ہوا۔ اور فضل بن سہل ذوالریاستین (دو ریاستوں کا مالک) وزیر مامون الرشید نے خاص طور سے پسند کیا تھا اور دفتر انشا کے کاتبوں کو عام ہدایت کر دی تھی کہ جملہ فرامین اسی خط میں کتابت کئے جائیں۔

قلم الریاسی - یہ خط کوئی جداگانہ نہ تھا بلکہ توقیع مطلق کو وزیر فضل بن سہل نے اپنے نام سے معنون کر کے اس کا نام قلم الریاسی رکھا۔ اس خط میں اَحول محرر نے کچھ اصلاح کی تھی۔ احول کئی خطوط کا موجد تھا۔

خط تعلیق - (Taliq) ۷۰۷ھ میں (عہد شاہان دیالمہ) میں حسن بن حسین بن علی فارسی نے خط نسخ، ثلث اور رقاع کو پیش نظر رکھ کر خط تعلیق ایجاد کیا جس کا دوسرا نام خط ترسیل ہے۔ خط تعلیق کا استاد نجم الدین ابو بکر محمد راوندی تھا اور دوسرا استاد خواجہ تاج سلیمانی اور تیسرا امیر عبدالحئی تھا جو سلطان ابو سعید میرزا گورگانی کے دفتر انشاء کا افسر تھا اور سب سے کامل استاد مولانا درویش (عہد امیر علی شیروانی) تھا۔ اور متاخرین میں اشرف خاں خوشنویس دربار اکبری سے وابستہ تھا۔

خط شفیعہ - اگرچہ نستعلیق بہت خوبصورت خط تھا مگر دیر میں لکھا جاتا تھا اس خط کی دو شاخیں ہو گئیں شکستہ نستعلیق اور دوسرا خط شفیعہ - شکستہ نستعلیق بہت خوبصورت خط ہے۔ ایران میں آج بھی رائج ہے۔

تقریباً ۱۰۰۱ھ میں مرتضیٰ قلی شاملو (حاکم ہرات) نے خط شکستہ وضع کیا۔ جو روزمرّہ اور دفتر کا خط تھا۔ اس سلسلے میں

مرتضیٰ قلی کے میر منشی شفیعہؔ نے شکستہ میں ایک خاص حسن پیدا کرکے اس کا نام شفیعہ رکھا جو آج تک اسی نام سے مشہور ہے۔

خط بہاری۔خط نسخ ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد کے ساتھ ہی وارد ہو گیا تھا۔ مگر اس نے مشرقی ہندوستان پہنچ کر ایک مخصوص رنگ اختیار کیا جو خط بہاریؔ کے نام سے موسوم ہوا۔اس خط میں ثلثؔ اور توقیعؔ کی آمیزش سے کسی قدر خط کوفی کی جھلک بھی نظر آتی ہے اور پٹھان سلاطین کے عہد میں ترقی پذیر ہوا اسی لئے پٹھانوں کی عمارتوں کی طرح سادگی اور قوت کا مظہر معلوم ہوتا ہے۔

کوفی زُخرفی(Ornamental Kufic)حروف عربیہ کے اندر نقش و نگار (بطور آرائش) کی بنیاد زمانۂ صدر اسلام میں پڑ گئی تھی بعد میں آرائشی کتابت نے ہر میدان میں بیحد ترقی کی اور ماہرین فن کتابت نے جدا جدا اُسلوب ایجاد کرکے عوام و خواص سے داد تحسین حاصل کی۔

خط غبار یا قلم الجناح۔حد سے زیادہ باریک لکھا جاتا تھا اور اس خط میں رازدارانہ مراسلات کی کتابت کی جاتی تھی جو سیاسی نوعیت کے ہوتے تھے۔چونکہ اس خط کے حروف انتہائی خفی ہوتے تھے کتابت شدہ عبارت گرد و غبار کے مانند نظر آتی تھی اس لئے اس خط کا نام غبار رکھا۔

خط تعمیہ۔اس طرز تحریر کو خط معمہ بھی کہتے ہیں۔ تعمیہ اس عبارت کو کہتے ہیں جس کے معنی پوشیدہ ہوں۔اس تحریر کے حروف مروجہ اصول و قواعد کے تابع نہیں ہوتے اس لئے اس کا پڑھنا دشوار ہوتا ہے۔

خط تفنّنی(Ornamental Style)خط تفنّنی یا آرائشی خطوط کا رواج قدیم ہے ان خطوط کو کہیں وحوش و طیور کی شکل اور کہیں گلدان، قندیل، کشتی اور ظروف کے قالب میں لکھا ہے۔

سیاہ مشق۔خطاطین قدیم نے کاغذ کی کمیابی کی وجہ سے وصلی سازی کا طریقہ ایجاد کیا اور اس وصلی پر مشق کتابت کرتے تھے۔ یہ مشق اس وقت تک کی جاتی تھی جب تک وصلی کی سطح حروف سے مکمل طور پر ڈھک نہ جاتی۔ مشق کے بعد پانی سے حروف کو صاف کرکے خشک ہونے کے بعد دوبارہ مشق شروع کر دیتے تھے۔

خط رِقاع - یہ قدیم خط ہے دور عباسی میں منظر عام پر آیا۔ اس رسم کتابت کے حروف خط ثلث سے مشابہ لکھے جاتے تھے۔ ایران کے نامور خوشنویسان میں ملا حاجی مقصود تھے جو رقاع کے استاد مانے جاتے تھے۔ یہ خط ولایت روم اور ایران میں رائج رہا۔ خط ثلث کی مقبولیت کے بعد یہ خط پردہ گمنامی میں روپوش ہو گیا۔ عبدالخالق ہروی کا ایک نمونہ کتاب کے صفحہ ۹۰ پر چھپا ہے۔ حمد اللہ الآماسی نے خط رقعہ ایجاد کیا تھا۔

سیاہ مشق

سیاہ مشق

خط بہاری

شکستہ نستعلیق آمیز

شکستہ نستعلیق آمیز
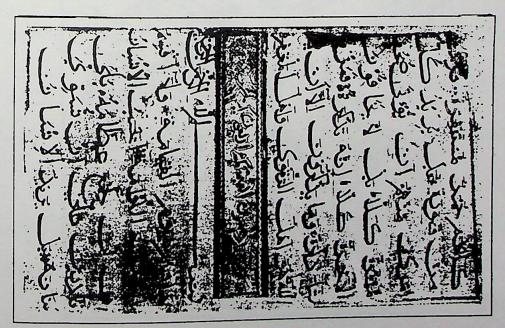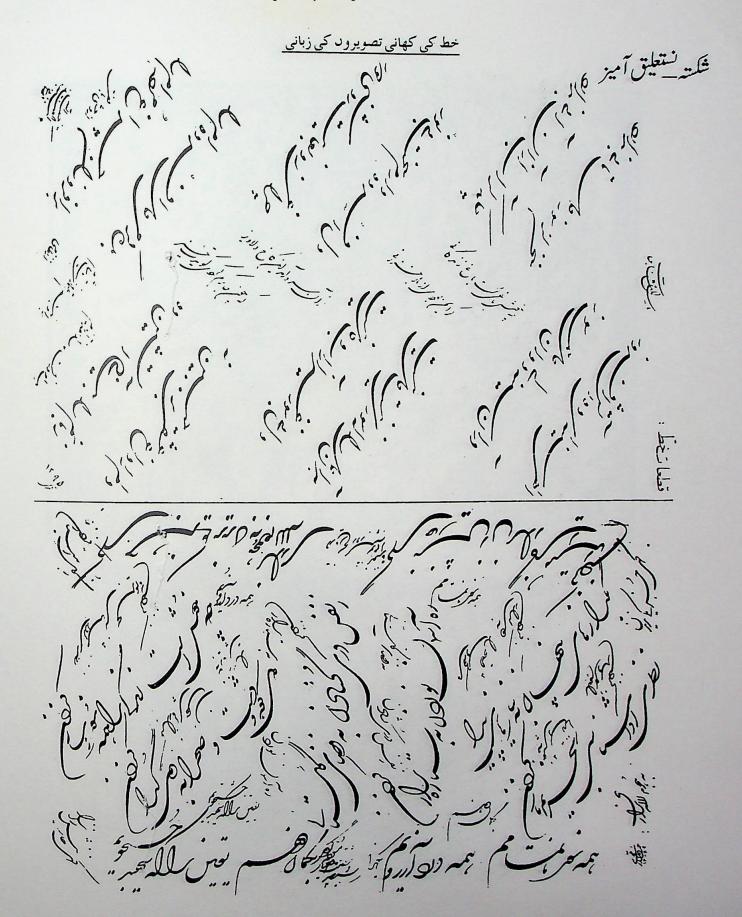
قلم کی گرفت اور حروف کی ساخت کا رُخ

۱

قضا دگر نشود در ہزار نالہ و آہ

۲

شب تاریک و ستان خدای

۳

۴

۵

۶

۱ ـــــ رقعہ
۲ ـــــ شکستہ نستعلیق
۳ ـــــ ثلث
۴ ـــــ انگلش
۵ ـــــ نستعلیق۔ دیوانی
۶ ـــــ خطِ رواں

۹۵

خط کی کہانی تصویروں کی زبانی

کتابیات

نام کتاب	مؤلف	مکتبہ
۱۔ تاریخ الخط العربی	ڈاکٹر صلاح الدین المنجد	مطبوعہ دارالکتب جدید، بیروت، لبنان، طبع اول ۱۹۷۲ء
۲۔ مصور الخط العربی	ناجی زین الدین المصرف	مطبوعات المجمع العلمی العراقی۔بغداد۔مطبوعہ ۱۹۶۸ء
۳۔ بدائع الخط العربی	ناجی زین الدین المصرف	وزارۃ الاعلام، مدیریۃ الثقافۃ بغداد۔مطبوعہ ۱۹۷۲ء
۴۔ علم الحروف یا تحقیقات ماہر	حکیم محمود علی خاں ماہر اکبرآبادی	فراش خانہ دہلی۔مطبوعہ ۱۹۳۴ء
۵۔ فن تحریر کی تاریخ	محمد اسحٰق صدیقی	انجمن ترقی اردو علیگڑھ۔بار اول ۱۹۶۲ء
۶۔ تاریخ القرآن	علامہ مفتی عبداللطیف رحمانی	شاہ ابوالخیر اکاڈمی۔دہلی۔
۷۔ منازل العرفان فی علوم القرآن	مولانا محمد مالک کاندھلوی	ناشران قرآن لمیٹڈ۔اردو بازار لاہور
۸۔ قصص القرآن۔جلد سوم	مولانا محمد حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی	ندوۃ المصنفین دہلی۔مطبوعہ ۱۹۴۴ء
۹۔ الرحیق المختوم	مولانا صفی الرحمٰن صاحب مبارکپوری	المجلس العلمی علی گڑھ۔مطبوعہ ۱۹۸۸ء
۱۰۔ تاریخ المصحف العثمانی	ــــــــــ	ادارۃ العربیہ فی المکتبۃ الحکومیہ طاشقند
۱۱۔ تاریخ العرب قبل الاسلام	جرجی زیدان ــــــــــ	ــــــــــ مطبوعہ مصر ۱۹۳۹ء
۱۲۔ آفاق عربیہ	السنۃ السادسہ۔۱۹۸۱ء	
۱۳۔ مجلۃ العربی	العدد۔۱۴۷۔ربیع الاول ۱۳۸۹ء	
۱۴۔ الفیصل	العدد۔۲۹۔۔اکتوبر ۱۹۷۹ء	

۱۵۔ مناقب ہنروراں ۔ نوشتہ مصطفیٰ عالی آفندی ۔ ترجمہ (فارسی) دکتر توفیق سبحانی ــــ سروش تہران ۱۳۶۹ھ

۱۶۔ تاریخ مختصر خط ۔ دسیرۃ خوشنویسی در ایران ــــ از علی راجیری

1-	Black On White The Story Book	M. Ilin	London Fourth impression- 1954
2-	Knowledge, No 167 - Volume-14	No 141	
3-	Islamic Calligraphy	Y. H. Safadi	London _ 1976
4-	Acompact Goide Luxor	——	Printers DAR AL MAAREF CAIRO- 1926

KHAṬ KI KĀHANI TAṢVEERON KI ZUBĀNI

BY

SYED AHMAD RAMPURI
(ARTIST AND CALLIGRAPHER)

FOREWORD

DR. W.H. SIDDIQI

(FORMER DIRECTOR ARCHEOLOGICAL SURVEY OF INDIA)

KHAṬ KI KĀHANI TAṢVEERON KI ZUBĀNI

BY

SYED AHMAD RAMPURI
(ARTIST AND CALLIGRAPHER)

FOREWORD

DR. W.H. SIDDIQI

(FORMER DIRECTOR ARCHEOLOGICAL SURVEY OF INDIA)

رب زدنی علما

रज़ा लाइब्रेरी रामपुर

رضا لائبریری رامپور

बर्धन्तु ज्ञानँ प्रभु

RAMPUR RAZA LIBRARY

رامپور رضا لائبریری رامپور

RAMPUR RAZA LIBRARY
RAMPUR

رب زدنی علما

रज़ा लाइब्रेरी रामपुर

رضا لائبریری رامپور

बर्धन्तु ज्ञानँ प्रभु

RAMPUR RAZA LIBRARY

رامپور رضا لائبریری رامپور

RAMPUR